145

مسلکِ اعتدال اور فہمِ سلف صالحین کا ترجمان

ماہنامہ

حضرو لاہور

اشاعۃ الحدیث

جلد: 14 | جمادی الاول 1442 - جنوری 2021 | شمارہ: 1

بانی

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

خطیب العصر علامہ احسان الٰہی ظہیر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''امت اسلامیہ کا یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ آج ہر انتشار و اختلاف کا داعی اتحاد و اتفاق کے بلند و بانگ دعوے کر رہا ہے۔ اہل مکر و دجل کی طرف سے اس لفظ کا استعمال اس قدر عام ہو گیا ہے کہ بہت سے سادہ لوح مسلمان ان کے فریب میں مبتلا ہو کر ان کے پھیلائے ہوئے جال کا شکار ہو چکے ہیں۔.... وحدت امت کے وہ تمام تصورات غیر اسلامی ہیں جن میں تصحیح عقائد اور رجوع الی الکتاب والسنہ کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ اختلاف ختم کرنے کا واحد حل یہی ہے کہ اپنے عقائد و افکار کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق ڈھالا جائے۔"

مکتبۃ الحدیث

www.ircpk.com

145
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ
بانی
محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ
نضر اللہ امرءًا سمع منا حدیثًا فحفظه حتى يبلغه
ماہنامہ
اشاعۃ الحدیث
لاہور
حضرو
جلد:14 | جمادی الاول 1442- جنوری 2021 | شمارہ:1
مدیر
حافظ ندیم ظہیر
0315-5882220
نائب مدیر
ابو محمد نصیر احمد کاشف
معاونین
ابو احمد وقاص زبیر
حافظ معاذ علی زئی
حافظ فرحان الٰہی
ابو عبداللہ عدنان الطاف
حافظ ثمامہ طاہر
مجلس مشاورت
محمد سرور عاصم
ابو صفی عبدالرحمٰن اثری
حافظ شبیر احمد جمالی
ابو عبدالرحمٰن فاروق عمر بھٹہ
ابو خالد عبدالمجید شاکر
قیمت فی شمارہ: 40 روپے
سالانہ: 500 روپے
مع محصول ڈاک پاکستان
خط وکتابت
مرکز القدس مین بازار اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور
0301-4112248
مجلس ادارت
ابو القاسم نوید شوکت
ابو عبدالرحمٰن محمد ارشد کمال
ابو الاسجد محمد صدیق رضا
پروفیسر محمد جمن کنبھر
حبیب الرحمٰن ہزاروی
ناشر
حافظ شیر محمد الاثری
مقام اشاعت
مکتبۃ الحدیث حضرو ضلع اٹک

اس شمارے میں

کلمة الحدیث ابو ظفیر محمد ندیم ظہیر

اظہارِ تشکر و تجدید عزم

پیش آمدہ نشیب و فراز ہماری زندگی کا حصہ ہیں، کبھی انسان بے بس ہوکر ہمت ہار دیتا ہے تو کبھی بے بسی میں بھی عزائم کی تکمیل کے لیے کوشاں ہونا اور سوچنا نہیں چھوڑتا۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ گرم و سرد ہوائیں ہماری سوچوں کا رخ نہیں موڑ سکیں۔ حالات و معاملات کیسے بھی رہے، لیکن کتاب و سنت کی تبلیغ و ترویج اور تعلیمات اسلامیہ کی نشر و اشاعت سے متعلق ہمارا جذبہ ہمیشہ جواں ہی رہا۔ والحمد للہ

قارئین کرام! ہماری یہ کوشش رہی ہے کہ علمی و تحقیقی مضامین کے ذریعے سے آپ کے قلوب و اذہان کو منور و معطر رکھا جائے اور یہ سلسلہ برقرار رکھنے کے لیے پُرعزم بھی ہیں۔ ان شاء اللہ

چنانچہ بعض مستقل مضامین، مثلاً: فقہ القرآن، فقہ الحدیث اور توضیح الاحکام وغیرہ کے علاوہ عقائد، دفاعِ قرآن و حدیث، ناموسِ رسالت وعقیدہ ختم نبوت، دفاعِ صحابہ اور مسلک اہل حدیث و سلف صالحین پر اعتراضات کے جوابات بھی مدلل و مسکت انداز میں پیش کیے جائیں گے اور آئندہ بروقت رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہوا کرے گا۔ ان شاء اللہ

ماہ جنوری میں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم ابھی کشمکش میں تھے کہ اسی اثناء میں ایک دوست نے فیس بک پر اشتہار لگا دیا، احباب کی طرف سے حوصلہ افزا پیغامات موصول ہونا شروع ہوئے تو ہمیں بھی یکسو ہونا پڑا۔

اپنے بعض محترم و مکرم بھائیوں کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جنھوں نے اصرار کی حد تک زیرِ نظر مجلّہ کے از سرِ نو اجراء کی ترغیب دی، جن میں ابو القاسم نوید شوکت، ابو عبد الرحمٰن فاروق عمر، ابو مناہل قمر الزماں، ابو معاذ وکیل ولی قاضی اور ابو مصعب محمد نعیم ساجد حفظھم اللہ سرفہرست ہیں۔ جزاھم اللہ خیراً

دعا ہے کہ اللہ رب العزت ہمیں یہ کارِ خیر جاری و ساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اسے ہمارے استاذ محترم حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

تفسیر سورۂ مائدہ (آیت: ۴۲، ۴۳)

ابو ظفیر محمد ندیم ظہیر

﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَ اِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَ كَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَ عِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ ''وہ بہت سننے والے ہیں جھوٹ کو، بہت کھانے والے ہیں حرام کو، پھر اگر وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کریں یا ان سے اعراض کرلیں اور اگر آپ ان سے اعراض کرلیں تو ہرگز وہ آپ کو کچھ نقصان نہ پہنچائیں گے اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیجیے، بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے، اور وہ آپ کو کیسے منصف بنائیں گے جبکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم ہے، پھر وہ اس کے بعد روگردانی کرتے ہیں اور یہ لوگ ہرگز مومن نہیں۔'' (٥/ المآئدة: ٤٢، ٤٣)

فقہ القرآن:

❀ ﴿سَمّٰعُوْنَ﴾ سَمْعٌ مصدر سے صیغۂ مبالغہ جمع مذکر، خوب کان لگا کر سننے کو کہتے ہیں، بعض کے نزدیک سَمَّاع بمعنی جاسوس بھی ہے، ایسا شخص جو جاسوسی کے لیے کان دھرے، جیسا کہ گزشتہ آیت (۴۱) سے بھی واضح ہوتا ہے۔

❀ ﴿لِلسُّحْتِ﴾ سُحْتٌ کا لفظ کمائی اور مال سے مختص ہے، یعنی ایسا رزق جو باعث ننگ و عار ہو، جیسے خنزیر یا کتے کی کمائی، ناجائز طریقوں سے کمائی ہوئی دولت اور رشوت وغیرہ۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''السُّحْتُ: الرِّشَا'' یعنی سُحْتٌ سے مراد رشوت ہے۔ (تفسیر طبري: ٤/ ٥٣٤ وسنده صحیح)

امام قتادہ رحمہ اللہ نے ﴿اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ﴾ کی تفسیر میں فرمایا: ''الرِّشَا'' یعنی وہ رشوت کھانے والے ہیں۔ (تفسیر طبري: ٤/ ٥٣٤ وسنده صحیح)

یہود کی کئی بری خصلتوں کا تذکرہ ہو چکا ہے، زیرِ نظر آیت میں بھی ان کی دو خصلتیں: جاسوسی اور رشوت خوری کا بیان ہے، یعنی رشوت کے ذریعے سے فیصلوں میں ہیر پھیر ان کا معمول تھا۔ مطلق سحت (حرام) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((يَا كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ، إِنَّهُ لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ لَحْمٌ نَبَتَ سُحْتٍ)) ''اے کعب بن عجرہ! یقیناً وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا گوشت (پرورش) حرام سے ہوئی۔'' (سنن الدارمي: ۲۸۱۸ وسنده حسن)

سیدنا عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: "لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاشِيَ وَالْمُرْتَشِيَ" رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے (دونوں) پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن أبي داود: ۳۵۸۰ وسنده حسن)

❁ ﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ اس آیت کے بارے میں اہل علم کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کے نزدیک یہ منسوخ ہے اور بعض کے نزدیک یہ غیر منسوخ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ﴿فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''اگر یہ (یہود) آپ کے پاس آئیں تو آپ ان میں فیصلہ فرمائیں یا اعراض کرلیں۔'' پھر اسے منسوخ کردیا گیا اور فرمایا: ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (المائدة : ٤٨) ''آپ ان میں فیصلہ فرمائیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے نازل کی۔'' (سنن أبي داود : ۳۵۹۰ وسنده حسن) پہلے نبی کریم ﷺ کو فیصلہ کرنے میں اختیار تھا کہ فیصلہ فرمائیں یا اعراض کریں، لیکن آخر الذکر آیت کے بعد پہلا حکم منسوخ ہے، یعنی بعدازاں ان میں فیصلہ کرنا ضروری تھا۔

❁ ﴿وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ﴾ امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ طریقہ چلا آرہا ہے کہ انھیں (یہود و نصاریٰ کو) حقوق و مواریث میں ان کے دین والوں کی طرف لوٹایا جائے گا، اِلّا یہ کہ وہ کسی حد کے بارے میں برضا و رغبت آئیں کہ ہم اس میں فیصلہ کریں تو ہم کتاب اللہ کے ذریعے سے ان کا فیصلہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے رسول سے فرمایا: ﴿ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ﴾ ''اور اگر آپ فیصلہ کریں تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں۔''
(مصنف عبد الرزاق : ١٠/ ٣٢١ ح ١٩٢٣٨ وسندہ صحیح)

❁ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴾ ''بلاشبہ اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' حکم انصاف کے بعد اس کی فضیلت بھی واضح فرمادی گئی ہے کہ انصاف کرنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے جس سے اس کی اہمیت مزید نمایاں ہوجاتی ہے۔

❁ ﴿ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ ... ﴾ امام مقاتل بن حیان رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اس میں شادی شدہ مرد وعورت کے رجم (کا حکم) ہے، محمد ﷺ پر ایمان اور ان کی (تعلیمات کی) تصدیق کا حکم ہے۔ نیز فرمایا: ﴿ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ سے مراد بیان (وضاحت وثبوت) کے بعد حق سے پھرنا ہے۔ اور ﴿ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ سے یہودی مراد ہیں۔ (تفسیر ابن أبي حاتم ٤/ ١١٣٧ وسندہ حسن) صاحب اشراف الحواشی لکھتے ہیں: ''یہاں ان کی جہالت اور عناد کا بیان ہے، یعنی وہ جانتے ہیں کہ جو مقدمہ آپ کے پاس لا رہے ہیں ان کا فیصلہ توراۃ میں موجود ہے۔ تاہم آپ کے پاس اس لیے مقدمہ لاتے ہیں کہ شاید آپ کا فیصلہ توراۃ کی بہ نسبت کچھ ہلکا ہو لیکن جب آپ کا فیصلہ بھی وہی ہوتا ہے جو توراۃ کا ہوتا ہے تو وہ اسے ماننے سے انکار کردیتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نہ تو وہ توراۃ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آپ پر۔ اصل میں یہ اپنی اغراض کے بندے ہیں اور ان کا مقصد حیات ہی دینوی مصالح کا حاصل کرنا ہے۔ (ص ١٣٨)

❁ ﴿ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ﴾ یہاں ایک اہم نکتے کی طرف اشارہ ہے کہ تورات میں رجم سے متعلق اللہ کا حکم موجود ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنا فیصلہ قرار دیا اور اسے برقرار بھی رکھا، کیونکہ نہ اس کی تردید کی اور نہ اسے منسوخ ہی کہا، لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید میں رجم کا حکم موجود نہیں، ان کے لیے لمحہ فکر یہ ہے کہ کہیں رجم کا انکار کرکے یہودیانہ روش تو اختیار نہیں کر رہے۔ والعیاذ باللہ

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ مستحاضہ کا بیان

الفصل الأول/ پہلی فصل

۵۵۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: جَاءَ تْ فَاطِمَةُ بِنْتُ أَبِيْ حُبَيْشٍ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! اِنِّيْ امْرَاَةٌ اُسْتَحَاضُ فَلَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ؟ فَقَالَ: ((**لَا اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَّلَيْسَ بِحَيْضٍ فَإِذَا اَقْبَلَتْ حَيْضَتُكِ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَإِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ ثُمَّ صَلِّيْ.**))

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش (رضی اللہ عنہا) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں ایسی خاتون ہوں کہ جسے (خونِ) استحاضہ آتا ہے۔ چنانچہ (مسلسل خون بہنے کی وجہ سے) میں پاک نہیں رہتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں! وہ تو محض رگ کا خون ہے، حیض نہیں۔ پس جب تجھے حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب (ایام حیض) گزر جائیں تو (غسل کے ذریعے سے) خون دھو، پھر نماز پڑھ۔''

تخریج: متفق علیه، صحیح البخاری: ۲۲۸، صحیح مسلم: ۶۲/ ۳۳۳ (۷۵۳).

فقه الحدیث:

❀ استحاضہ کی تعریف: حیض و نفاس کی عادت کے اوقات کے علاوہ خون بہنا جو کسی بیماری کی وجہ سے ہو۔ رگِ استحاضہ جس سے استحاضہ کا خون بہنے لگتا ہے اسے عاذل کہتے ہیں، یعنی وہ خون جو کسی عورت کو حیض و نفاس کے علاوہ آنے لگے استحاضہ کہلاتا ہے۔

❁ مستحاضہ کی تین حالتیں ہیں:

1 خاتون کی ایک معروف عادت ہو کہ استحاضہ سے پہلے اُسے مدتِ حیض معلوم ہو، ایسی صورت میں عورت اپنی عادت کے مطابق بیٹھ جائے گی، نماز اور روزہ وغیرہ چھوڑ دے گی تو اسے حائضہ شمار کیا جائے گا۔ جب اس کی یہ حالت ختم ہو جائے گی تو وہ غسل کر کے نماز پڑھے گی۔ بعد ازاں نکلنے والا خون استحاضہ کا متصور ہو گا۔

2 عادت تو معروف و معلوم نہ ہو، لیکن اس کے خون میں تمیز ہو، یعنی خاتون کو حیض اور غیر حیض کے خون کا فرق خوب معلوم ہے، چنانچہ تمیز ہو جانے کی صورت میں حیض کی وجہ سے نماز و روزہ چھوڑ دے گی یا استحاضہ کی بنا پر جاری رکھے گی۔

3 اگر مذکورہ دونوں حالتیں بھی واضح نہ ہو سکیں تو اغلب صورت پر بنا کرتے ہوئے حیض کے چھ یا سات دن گزارے، کیونکہ عام طور پر اکثر خواتین کی عادت اسی کے قریب تر ہوتی ہے، پھر ان ایام کے بعد استحاضہ کا خون شمار کیا جائے گا۔

❁ امام ابن منذر رحمہ اللہ نے فرمایا: اہل علم کا اجماع ہے کہ ان دونوں (حیض اور استحاضہ) میں فرق ہے۔ انھوں نے کہا: حیض کا خون نماز سے روکنے والا ہے، جبکہ استحاضہ کا نہیں۔ حیض کے خون کی صورت میں روزہ نہیں رکھ سکتے اور نہ بیوی سے ہمبستری کر سکتے ہیں اور استحاضہ کی صورت میں خاتون نماز پڑھے گی اور روزہ رکھے گی، یعنی اس کے احکام حالت طہارت والے ہی ہیں، اسی طرح (مستحاضہ) بیوی سے ہمبستری بھی جائز ہے۔ (الاوسط : ۲/ ۳۴۵)

❁: علامہ نووی رحمہ اللہ نے فرمایا: (مستحاضہ خاتون) نماز، روزہ، اعتکاف، تلاوتِ قرآن، مصحف کو چھونا و اٹھانا، سجدہ تلاوت، سجدہ شکر اور دیگر واجباتِ عبادت ادا کرے گی (اس کے احکام) طاہرہ خاتون کی طرح ہیں اور اس پر اجماع ہے۔

(المجموع : ۲/ ۵۶۱)

حافظ ندیم ظہیر

توضیح الأحکام

سوال و جواب — تخریج الاحادیث

سوال:...... کیا جنبی و حائضہ مسجد میں داخل ہو سکتے ہیں، نیز یہ قرآن مجید پکڑ کر تلاوت کر سکتے ہیں؟ وضاحت کر دیں۔ (وجاہت، اسلام آباد)

جواب:...... جنبی و حائضہ کے مسجد میں داخلے سے متعلق ہم دلائل سے (شمارہ: ۱۲۷۔ ۱۲۸) میں) واضح کر چکے ہیں کہ حالتِ جنابت اور ایامِ مخصوصہ میں مسجد میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح (شمارہ: ۱۱۶ص ۵ میں) ایک حدیث کی تشریح میں فہم سلف صالحین کی روشنی میں ثابت کیا تھا کہ بے وضو شخص کو قرآن مجید چھونا نہیں چاہیے۔ وہ حدیث مع شرح بطورِ فائدہ پیش خدمت ہے:

”وَعَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ أَبِيْ بَكْرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرِو بْنِ حَزْمٍ إِنَّ فِی الْكِتَابِ الَّذِيْ كَتَبَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِعَمْرِو بْنِ حَزْمٍ: ((أَنْ لَا يَمُسَّ الْقُرْآنَ إِلَّا طَاهِرٌ .)) رواه مالك والدارقطنی .“

”عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو کتاب عمرو بن حزم (رضی اللہ عنہ) کے لیے لکھی تھی، اس میں (یہ بھی تحریر) تھا: قرآن کو صرف طاہر ہی چھوئے۔“

اسے مالک نے [الموطا: ۱/ ۱۹۹، ح: ۴۷۰] میں اور [دارقطنی: ۱/۱۲۲، ۱۲۲] نے روایت کیا ہے اور یہ روایت حسن ہے۔ واضح رہے کہ مذکورہ حدیث پر منقطع ہونے کا اعتراض درست نہیں۔

1. قرآن مجید کی عظمت کا بیان کہ اسے ہر قسم کی نجاست سے پاک شخص ہی چھوئے۔
2. یہ حدیث جمہور اہل علم کی دلیل ہے کہ جنبی، حائضہ اور بے وضو افراد قرآن مجید نہیں چھو سکتے۔
3. امام بغوی رحمہ اللہ (متوفی ۵۱۶ھ) نے فرمایا: ”اکثر اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ بے

وضوشخص یا جنبی کے لیے قرآن پکڑنا اور چھونا جائز نہیں۔'' [شرح السنة: ۱/۳۶۳]

4 امام مالک رحمہ اللہ (متوفی ۱۷۹ھ) نے فرمایا: ''بے وضو قرآن مجید کو چھونا اس لیے مکروہ نہیں کہ اسے پکڑنے والے کے ہاتھ میں کوئی چیز (نجاست) ہوگی جس سے وہ آلودہ ہو جائے گا، بلکہ قرآن مجید کی تکریم و تعظیم کی وجہ سے اسے بے وضو پکڑنا مکروہ قرار دیا گیا ہے۔'' [الموطأ: ۴۷۰]

5 حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (متوفی ۴۶۳ھ) نے درج بالا حدیث نقل کرنے کے بعد فرمایا: ''اس مسئلے میں فقہائے مدینہ، عراق اور شام میں کوئی اختلاف نہیں کہ قرآن کو صرف حالتِ وضو ہی میں چھوا جائے گا۔'' (التمهيد ٨/ ٤٧١ و نسخة أخرى ٦/ ٨)

6 مصعب بن سعد بن ابی وقاص رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں (اکثر) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لیے قرآن کو پکڑے رکھتا (اور وہ پڑھتے رہتے تھے، ایک دن) میں نے کھجایا تو سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: شاید تو نے اپنے ذکر (شرم گاہ) کو چھوا ہے؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، انہوں نے فرمایا: اُٹھ اور وضو کر، چنانچہ میں نے اٹھ کر وضو کیا، پھر واپس آیا۔ [موطأ امام مالك: ٨٩ وسنده صحيح]

❁ امام بیہقی رحمہ اللہ (متوفی ۴۵۸ھ) نے اس اثر پر درج ذیل باب قائم کیا ہے: ''بَابُ نَهْيِ الْمُحْدِثِ عَنْ مَسِّ الْمُصْحَفِ'' یعنی بے وضو شخص کو قرآن چھونے کی ممانعت۔ [السنن الكبرىٰ : ١/ ٨٨]

7 سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن کو صرف طاہر ہی چھوئے. [مصنف ابن ابی شیبة ٢/ ٣٦١، ح ٧٥٠٦ وسنده صحيح] الاوسط لابن المنذر (٢/ ٢٢٤) میں ''مُتَوَضِّىءٌ'' کے الفاظ ہیں، یعنی قرآن کو صرف باوضو شخص چھوئے۔

8 امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (متوفی ۲۴۱ھ) نے فرمایا: ''قرآن کو صرف طاہر ہی چھوئے۔ اگر کوئی وضو کے بغیر قرآن پڑھنا چاہے (پھر بھی) اسے نہ چھوئے اور عود (لکڑی) یا کسی چیز سے صفحہ پلٹے۔ [مسائل احمد بن حنبل بروایة صالح ۳/ ۲۰۸، رقم: ۱۶۶۷]

9 حکم بن عتیبہ اور حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: ''جب قرآن مجید کپڑے (یا غلاف) میں ہو تو اسے بغیر وضو چھونے میں کوئی حرج نہیں۔''

[المصاحف لابن ابی داود: ۷۵۹ وسندہ حسن]

10 شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ [مجموع الفتاویٰ ۲۱/ ۲۶۶] علامہ ابن رجب [فتح الباری ۱/ ۴۰۴] اور ابن قدامہ المقدسی [المغنی ۱/ ۲۰۲] کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس مسئلے میں کہ قرآن مجید کو صرف طاہر ہی چھوئے کوئی مخالفت معروف نہیں۔

11 فقیہ العصر الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا: ''غور و فکر کے بعد مجھ پر واضح ہوا کہ ''طاہر'' سے مراد حدث اصغر (بے وضو) اور حدث اکبر (جنابت وغیرہ) سے پاک ہونا ہے۔ [شرح موطأ امام مالک: ۲/ ۶۰]

12 جو لوگ وضو کے بغیر قرآن مجید چھونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک بھی افضل و بہتر یہی ہے کہ باوضو ہو کر قرآن مجید چھوا جائے۔ دیکھئے: [الفائض لابی عبدالرحمٰن الاریانی ص ۱۱۱] وغیرہ، لہٰذا افضل و بہتر ہی کو ترجیح حاصل ہے اور اسی پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

13 قرآن مجید پکڑے بغیر بے وضو تلاوت قرآن جائز ہے۔ محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں میں (بیٹھے) تھے اور وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ آپ قضائے حاجت کے لیے گئے، پھر واپس آ کر قرآن مجید پڑھنے لگے، ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! آپ بغیر وضو کے تلاوت کر رہے ہیں؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس (سے منع) کا فتویٰ کس نے دیا ہے۔ کیا مسیلمہ نے؟ [موطا امام مالك: ٤٧١ وسنده منقطع، التاريخ الكبير للبخاري ١/ ٤٣٧ وسنده صحيح]

14 حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ''جنبی اور حائضہ طاہر نہیں نتیجہ ظاہر ہے کہ دونوں قرآن مجید کو چھو نہیں سکتے جب چھو نہیں سکتے تو پکڑ بھی نہیں سکتے۔

[احکام و مسائل ۱/ ۹۷]

فائدہ:...... آیت: ﴿لَّا يَمَسُّهُۥٓ إِلَّا ٱلْمُطَهَّرُونَ﴾ ''اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا

مگر جو بہت پاک کیے ہوئے ہیں۔" [الواقعة : ٥٦/ ٧٩]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "الْمُطَھَّرُوْنَ" سے مراد فرشتے ہیں۔

[احکام القرآن للطحاوی ١/ ١١٧ ، وسندہ صحیح]

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: میں نے شیخ الاسلام (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) سے سنا: آپ اس آیت سے یہ استدلال کرتے تھے کہ بے وضو شخص قرآن مجید نہ چھوئے۔ انھوں نے فرمایا: اس میں تنبیہ اور اشارہ ہے کہ جب قرآن آسمان پر تھا تو اسے مطہرون (فرشتے) ہی چھوتے تھے، اسی طرح (اب) وہ قرآن ہمارے پاس ہے تو اسے طاہر ہی چھوئے اور حدیث اس آیت سے مشتق ہے۔ [التبیان فی اقسام القرآن : ١/ ٤٠٢]

تقریباً اسی مفہوم کی بحث علامہ ابوعبداللہ الحسین بن حسن الحلیمی (متوفی ۴۰۳ھ) نے [المنھاج ٢/ ٢٢٨] میں کی ہے، نیز دیکھئے [شعب الایمان للبیہقی : ٣/ ٤٤٥]

فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: "یعنی قرآن کریم کو صرف ملائکہ ہی چھوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمام آفات، گناہوں اور عیوب سے پاک کیا ہے۔ جب قرآن کو پاک ہستیوں کے سوا کوئی نہیں چھوتا اور ناپاک اور شیاطین اس کو چھو نہیں سکتے تو آیت کریمہ تنبیہاً اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ پاک شخص کے سوا کسی کے لیے قرآن کو چھونا جائز نہیں ہے۔" [تفسیر السعدی ۳/۲۶۹۳، طبع دارالسلام]

قارئین کرام! جب بے وضو قرآن مجید پکڑنا جائز نہیں تو حالتِ جنابت یا ایامِ مخصوصہ میں کیونکر جائز ہو سکتا ہے؟ باقی رہی بات حالتِ جنابت اور ایام مخصوصہ میں تلاوتِ قرآن کی تو اس بارے میں اگرچہ اہل علم کی آراء مختلف ہیں، لیکن ہم جسے راجح سمجھتے ہیں وہ یہی ہے کہ باقاعدہ اہتمام سے تلاوتِ قرآن نہ کی جائے اور اس کی وجوہ حسب ذیل ہیں:

1. سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن مجید پڑھنے سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی، سوائے جنابت کے۔ (سنن أبی داود : ٢٢٩ ، حسن)

اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے فرمایا: "وَالْحَقُّ أَنَّهُ

مِنْ قَبِيْلِ الْحَسَنِ يَصْلُحُ لِلْحُجَّةِ" یعنی حق یہی ہے کہ یہ روایت حسن کی قبیل سے ہے، حجت واستدلال کے لیے مناسب ہے۔ (فتح الباری : ۱/ ۴۰۸)

مذکورہ روایت پر جو بنیادی اعتراض کیا جاتا ہے وہ عبداللہ بن سلمہ کی صورت میں ہے: (1) بعض نے انھیں ضعیف کہا، حالانکہ جمہور محدثین کے نزدیک یہ صدوق وحسن الحدیث راوی ہیں، مثلاً: امام ابن خزیمہ، امام ابن الجارود، امام ابن حبان، امام حاکم، امام ابن عدی، امام شعبہ، امام حاکم، امام بغوی، امام عجلی، امام ترمذی، امام ضیاء الدین المقدسی، امام ذہبی، امام ابن حجر اور امام محمد بن مفلح المقدسی وغیرہ۔ لہٰذا انھیں ضعیف قرار دینا درست نہیں۔

(2) عبداللہ بن سلمہ مختلط ہیں۔

محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے اس اعتراض کا ازالہ کیا ہے، چنانچہ آپ کے نزدیک جس روایت میں بعد از اختلاط سننے کی صراحت ہے وہ ثابت نہیں اور اس اختلاط کا علم چونکہ عمرو بن مرہ کے ذریعے سے ہوا ہے اور اس حدیث کے راوی بھی عمرو ہی ہیں، لہٰذا یہ دلیل ہے کہ عمرو بن مرۃ نے یہ روایت قبل از اختلاط سنی ہے۔

(فتاویٰ علمیہ: ۱/ ۲۰۱، ۲۰۲)

علاوہ ازیں امام شعبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "هٰذَا ثُلُثُ رَأْسِ مَالِيْ" یہ (حدیث) میرے سرمائے کا ایک تہائی ہے۔ (صحیح ابن خزیمة : ۲۰۸) اسی طرح آپ نے فرمایا: "مَا أُحَدِّثُ بِحَدِثٍ أَحْسَنَ مِنْهُ." یعنی میں اس حدیث سے بہتر کوئی حدیث بیان نہیں کرتا۔ (سنن الدارقطنی : ۱/ ۱۱۹، ح ۴۲۳ وسنده حسن)

امام شعبہ رحمہ اللہ کے مذکورہ دونوں قول اسی پر دلالت کر رہے ہیں کہ ان کے نزدیک بھی عمرو بن مرۃ نے اختلاط سے پہلے روایت کی ہے۔ یاد رہے کہ خود امام شعبہ رحمہ اللہ مذکورہ بالا حدیث براہ راست عمرو بن مرۃ سے روایت کرنے والے ہیں۔

اس حدیث کے راوی سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہیں اور وہ بھی اسی کے قائل تھے کہ جنبی

تلاوتِ قرآن نہ کرے۔ آپ کے قول سے بھی مذکورہ حدیث کوتقویت ہی ملتی ہے۔
چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اِقْرَاؤُا الْقُرْآنَ مَا لَمْ يُصِبْ أَحَدَكُمْ جَنَابَةٌ، فَإِنْ أَصَابَتْهُ جَنَابَةٌ فَلَا وَلَا حَرْفًا وَاحِدًا۔'' یعنی قرآن مجید پڑھو، جب تک جنبی نہ ہو جاؤ، پھر اگر جنابت لاحق ہوجائے تو ایک حرف (بھی) نہ پڑھو۔ (سنن الدارقطنی : ۱/ ۱۱۸، ح: ۴۲۵، ۴۱۹ وسندہ حسن)

خود امام دارقطنی رحمہ اللہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے اثر کو ''صحیح'' قرار دیا ہے۔

ابوالغریف الہمدانی:

بعض اہل علم نے ابوالغریف پر کلام کیا ہے، لیکن قولِ راجح میں یہ صدوق حسن الحدیث راوی ہیں۔

❁ امام یعقوب بن سفیان الفسوی نے انھیں ''ثقہ'' قرار دیا ہے۔
(المعرفۃ والتاریخ : ۳/ ۱۹۹)

❁ امام دارقطنی نے بھی ثقہ کہا، نیز اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ کما تقدم۔

❁ امام ابن حبان (الثقات: ۲/ ۲۹۹) اور امام عجلی (الثقات: ۱۱۵۴) دونوں نے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔

❁ حافظ ضیاء الدین المقدسی نے تصحیح حدیث کے ذریعے سے توثیق کی۔
(المختارۃ : ۶۲۱)

❁ حافظ ابن حجر نے ''صدوق'' کہا۔ (التقریب : ۴۲۸۶)

❁ حافظ ہیثمی نے بھی توثیق کر رکھی ہے۔ (مجمع الزوائد : ۱/ ۲۷۶)

قارئین کرام! اس مرفوع وموقوف روایت سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ حالت جنابت وغیرہ میں تلاوتِ قرآن مستحسن نہیں۔ واللہ اعلم

بعض اہل علم مطلق حدیث کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے۔'' سے استدلال کرتے ہیں، حالانکہ جب خاص حدیث ثابت ہو تو اسے عام پر فوقیت

حاصل ہوتی ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "وَالدَّلِيْلُ الْخَاصُ مُقَدَّمٌ عَلَى الْعَامِ ." اور خاص دلیل عام پر مقدم ہے۔

(مجموع فتاوٰی : ۳۱/ ۱۴۱)

اسی طرح بعض حضرات ''مومن نجس نہیں ہوتا'' سے بھی استدلال کرتے ہیں، اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو اوپر عموم وخصوص کے تحت گزرا ہے، علاوہ ازیں یہ لازم نہیں کہ جنبی یا حائضہ کو نجس قرار دے کر ہی تلاوتِ قرآن وغیرہ سے روکا جائے، بعض امور کی ادائیگی کے لیے خاص آداب و اطوار مقرر ہیں، اُسی طرح تلاوتِ قرآن مجید کے لیے بھی ہیں جن کی وضاحت مذکورہ سطور میں کی جارہی ہے۔ اس سلسلے میں امام مالک رحمہ اللہ کا قول بھی پیش نظر رہنا چاہیے جو شروع میں نقل کیا جاچکا ہے۔

یہاں یہ بھی ذہن نشین رہے کہ اس مسئلے میں ہم منفرد نہیں بلکہ ہمارے اسلاف میں سے ایک جماعت یہی موقف رکھتی ہے۔

امام ابن منذر رحمہ اللہ نے فرمایا: "احْتَجَّ الَّذِيْنَ كَرِهُوْا لِلْجُنُبِ قِرَاءَةَ الْقُرْآنِ بِحَدِيْثِ عَلِيٍّ ." یعنی لوگوں (کی ایک جماعت) نے حدیث علی (رضی اللہ عنہ) سے جنبی کے لیے تلاوتِ قرآن کی ممانعت پر استدلال کیا ہے۔

(الاوسط : ۲/ ۲۲۲)

❁ امام رفیع بن مہران، ابوالعالیہ (متوفی ۹۰ھ) نے حائضہ سے متعلق فرمایا: "لَا تَقْرَأُ الْقُرْآنَ" یعنی وہ قرآن مجید نہ پڑھے۔

(سنن الدارمی : ۱۰۳۵ وسندہ صحیح)

❁ معروف جلیل القدر تابعی ابووائل شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ نے فرمایا: جنبی اور حائضہ (اس حالت میں) قرآن نہ پڑھیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ : ۱/ ۱۰۲، ح : ۱۰۹۴ وسندہ صحیح)

❁ امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ بھی اسے مکروہ سمجھتے تھے۔ دیکھیے (مصنف ابن ابی شیبۃ

: ۱/ ۱۰۳ ح : ۱۱۰۳ وسندہ صحیح)

❁ امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے فرمایا: "أَمَّا الْحَائِضُ فَلَا تَقْرَأُ شَيْئًا......" یعنی رہی بات حائضہ کی تو وہ (قرآن میں سے) کچھ بھی نہ پڑھے۔ (مصنف عبد الرزاق : ۱/ ۳۳۶ ح ۱۳۰۳ وسندہ صحیح)

بعض اہل علم ایک یا دو آیتیں پڑھنے کی گنجائش (جواز) کے قائل ہیں، ممکن ہے ان کے پیش نظر وہ روایت ہو جسے امام بخاری رحمہ اللہ اپنی صحیح (قبل حدیث : ۳۰۵) میں ذکر کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل (بادشاہ) کی طرف بسم اللہ اور سورۂ آل عمران کی آیت (۶۴) لکھ کر بھیجی تھی۔ واللہ اعلم.

❁ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما مخصوص حصہ پڑھنے کے قائل و فاعل تھے۔ ملاحظہ کیجیے: فتاویٰ علمیہ (۱/۲۰۳) وغیرہ۔

تنبیہ:...... الاوسط لابن المنذر (۱/۲۲۱) کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما حالت جنابت میں مطلق تلاوتِ قرآن جائز سمجھتے تھے وہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے۔

❁ عکرمہ مولیٰ ابن عباس رحمہ اللہ بھی حالت جنابت میں ایک دو آیتیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۰۲ ح ۱۰۹۸ وسندہ صحیح)

❁ امام محمد بن علی الباقر رحمہ اللہ بھی جنبی و حائضہ کے لیے ایک دو آیتیں پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبة : ۱/ ۱۰۲ ح ۱۰۹۸۷ وسندہ صحیح) اہل علم کی مذکورہ تخصیص سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک بھی جنبی و حائضہ کی مطلق تلاوتِ قرآن درست نہیں۔

خلاصہ کلام:...... مذکورہ بالا تحقیق اور ائمہ کے اقوال سے یہی واضح ہوتا ہے کہ حالت جنابت و حیض میں باقاعدہ تلاوتِ قرآن سے اجتناب کرنا چاہیے۔ واللہ اعلم بالصواب.

تقدیر پر ایمان اور اللہ کی مدد

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ، وَابْنُ نُمَيْرٍ ، قَالَا : حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ ، عَنْ رَبِيعَةَ بْنِ عُثْمَانَ ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ ، عَنِ الْأَعْرَجِ ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((**الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ، وَفِي كُلٍّ خَيْرٌ، احْرِصْ عَلَى مَا يَنْفَعُكَ، وَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَلَا تَعْجِزْ، وَإِنْ أَصَابَكَ شَيْءٌ فَلَا تَقُلْ : لَوْ أَنِّي فَعَلْتُ كَانَ كَذَا وَكَذَا. وَلَكِنْ قُلْ :قَدَرُ اللَّهِ وَمَا شَاءَ فَعَلَ. فَإِنَّ لَوْ تَفْتَحُ عَمَلَ الشَّيْطَانِ.**)) [صحيح مسلم، كتاب القدر، باب فى الأمر بالقوة وترك العجز......، ح : ٢٦٦٤ (٦٧٧٤)]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طاقتور مومن زیادہ بہتر اور اللہ کے ہاں زیادہ محبوب ہے، کمزور مومن سے (جبکہ) ہر ایک میں خیر ہے۔ جو شئے تمہیں نفع دے، اس کی حرص کرو، اور عاجز مت بنو، اور اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو ایسا مت کہو: اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا اور ایسا ہو جاتا، بلکہ کہو: اللہ نے تقدیر میں ایسا لکھا تھا اور اس نے جیسا چاہا کیا، کیوں کہ (لفظِ)

اگر شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے۔‘‘

فقہ الحدیث:

① علامہ نووی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

یہاں طاقت سے دل میں عزم و ہمت ، امورِ آخرت میں اقدام اولیت مراد ہے، چنانچہ جس آدمی میں یہ وصف موجود ہو، وہ میدان جہاد میں دشمن پر اقدام کرنے ، دشمن کی طرف بخوشی جانے، اوراس کی طلب میں باقی لوگوں سے بڑھ کر ہوتا ہے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے معاملے میں عزم وحوصلہ کا مالک ہوتا ہے اوران تمام امور میں صبر و استقامت سے لبریز ہوتا ہے۔اللہ کے ذات مبارکہ کے لیے مشقتیں اٹھانے سے نہیں گھبراتا، نماز و روزہ اور اذکار وعبادات میں زیادہ رغبت رکھنے والا اوران نیکیوں کی طلب میں زیادہ حریص اور ان کی حفاظت کا زیادہ خواہشمند ہوتا ہے۔

② اگرچہ ایمانی اقدار دونوں میں مشترک ہوتی ہیں،لیکن حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ طاقتور کوکمزور پرفضیلت حاصل ہے۔

③ اس حدیث میں علم نافع کے حصول کی مشروعیت کا تذکرہ ہے،علم نافع ایسا علم ہے جوقرآن وسنت اوران کے فہم میں معاون علوم وفنون پر مشتمل ہو۔

④ اس حدیث سے لفظ ’’لَوْ‘‘ یعنی اگر کے استعمال کی کراہیت تنزیہی ثابت ہوتی ہے، جبکہ ایسے موقع پر بولا جائے جب اس کا کوئی فائدہ نہ ہو،لیکن اگراس لفظ کے استعمال میں تقدیرالٰہی کا انکار لازم آتا ہوتو ایسی صورت میں اس کا استعمال حرام ہو جاتا ہے۔

⑤ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تقدیر پرایمان لانا واجب ہے،خواہ تقدیر (ہمارے لحاظ سے) اچھی ہو یا بری،سب اللہ کی طرف سے ہے۔

⑥ تمام امور میں اللہ سے مدد طلب کرنا واجب ہے، ﴿وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ کا تقاضا بھی یہی ہے۔

⑦ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس حدیث میں لفظ "لَوْ" کے استعمال سے منع کیا گیا ہے، جبکہ کچھ احادیث میں یہ لفظ وارد ہوا ہے، جو اس لفظ کے جواز کی دلیل ہے، ان ہر دو طرح کی روایات کے مابین تطبیق اس طرح ہے کہ مذکورہ حدیث میں موجود ممانعت ان مخصوص حالات کے لیے ہے جب آپ کسی ایسے فعل کے بارے میں جو واقع نہیں ہوا، کوئی بات بالجزم کریں، مثلاً: آپ کسی ایسے فعل کے بارے میں جو واقع ہی نہیں ہوا، ایسا مت کہیں کہ اگر میں ایسے کر لیتا تو یہ فعل واقع ہو جاتا، اور کہنے کا انداز حتمی اور فیصلہ کن ہو، آپ کے دل میں اس فعل کے واقع ہونے کی نسبت اللہ کی مشیت کی طرف نہ ہو، جبکہ دوسری طرف جن احادیث میں "لَوْ" کا استعمال وارد ہوا ہے وہ اس صورت میں ہے جب کہنے والا تقدیر باری تعالیٰ پر کما حقہ ایمان رکھتا ہو اور اسے معلوم ہو کہ اللہ کی مرضی ومشیت کے بغیر کسی فعل کے واقع ہونے کا امکان نہیں۔ مثال کے طور پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار میں کہا تھا: "لَوْ أَنَّ أَحَدَهُمْ رَفَعَ قَدَمَهُ لَأَبْصَرَنَا" یعنی اگر ان میں سے کوئی ایک اپنا قدم اٹھائے تو ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔

یہاں انہوں نے بالجزم کلام کیا، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بصارت چھین کر یا کسی اور طریقے سے ان دونوں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے ہٹانے پر بخوبی قدرت رکھتا ہے، چنانچہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کلام ظاہری صورت حال کے مطابق کہا، حال آنکہ انہیں پختہ یقین تھا کہ ان کا یہ دیکھنا اللہ کے مشیت و ارادہ کے بغیر تو قطعاً ممکن نہیں۔

[فتح الباري (۲۲۸/۳) تحت حديث (۷۲۳۸-۷۲۴۵)]

⑧ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'المفھم' میں فرماتے ہیں:

صحیح مسلم کی اس روایت سے مراد یہ ہے کہ تقدیر کے کسی فیصلے کے واقع ہونے کے بعد جو ردعمل جائز ہے وہ اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے، اللہ کی تقدیر پر رضا مند ہونا چاہیے، جو کچھ آپ سے چھوٹ جائے اس کی طرف بار بار نہیں دیکھنا چاہیے، کیوں کہ اگر کسی رہ جانے والی بات پر غور وفکر شروع کر دیا جائے، تو پھر زبان سے ایسے کلمات نکلتے ہیں کہ اگر میں ایسا کر لیتا تو ایسا ہو جاتا، اس طرح شیطانی وسوسوں کو راستہ ملتا ہے، اور یہ شیطانی خیالات آدمی کو (دین و دنیا کے) نقصان میں ڈال کر ہی چھوڑتے ہیں، انسان سمجھتا ہے کہ اس کی تدبیر اللہ کی تقدیر سے بڑھ کر ہے، یہی وہ شیطانی عمل ہے جس کے اسباب مہیا کرنے سے بھی منع کیا گیا، چنانچہ فرمایا گیا کہ ''لَوْ'' یعنی اگر مگر مت کہو، کیوں کہ یہ ''لَوْ'' شیطانی عمل کا دروازہ کھولتا ہے، اس سے مراد یہ نہیں کہ مطلقاً لفظ ''لَوْ'' کہنا جائز ہی نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی کئی احادیث میں اس لفظ کا استعمال کیا ہے، بلکہ ممانعت اس وقت ہے جب اس لفظ کو استعمال کرنے سے تقدیر پر زد پڑے اور یہ اعتقاد رکھا جائے کہ جس سبب سے ہم سے یہ فوائد چھوٹ گئے اگر یہ سبب نہ ہوتا تو مجھے تقدیر کے برخلاف یہ فوائد حاصل ہو سکتے تھے۔

جب مانع (وہ سبب جس باعث کوئی شئے چھوٹ جائے) کا ذکر صرف اس لیے کیا جائے کہ مستقبل میں کوئی فائدہ اٹھانے کے لیے اس مانع کو ہٹانا ضروری ہے، اس طرح کی صورت حال میں اس لفظ کو استعمال کرنا بالاتفاق جائز ہے، اس سے شیطانی عمل کا دروازہ کھلتا ہے نہ یہ عمل حرام ہے۔
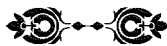
شانِ صحابیت کے تقاضے، قرآنِ حکیم کی روشنی میں

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ قرآن حکیم جب صحابہ علیہم السلام کی خوبیوں کو بیان کرتا ہے، ان کے مقام و مرتبہ کی رفعتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا مژدۂ جان فزا سناتا ہے تو اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ یہ فضائل و محامد نزول قرآن کے وقت تو بلاشبہ ان میں پائے جاتے تھے، لیکن جونہی دولت و اقتدار کی چمک دمک نے ان کی نظروں کو خیرہ کیا اور غنائم کی کثرت نے ان کو لبھایا۔ یہ خدانخواستہ ثابت قدم نہ رہ سکے اور بالآخر اس استحقاق سے محروم ہو گئے، کیونکہ قرآن حکیم نے ان فضائل کو صرف تاریخ کے ایک مرحلے کی شکل میں پیش نہیں کیا، بلکہ بطور اٹل دلیل اور برہان کے پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ نظام حیات اگر صحیح ہو اور اس نظام حیات کو پیش کرنے والا اخلاق و سیرت کے اعتبار سے اونچا اور بلند ہو اور اس کی آواز و دعوت میں یہ تاثیر ہو کہ دل کی گہرائیوں میں اتر کر انسان کے ضمیر کو جھنجھوڑ سکے اور قلب میں رشد و ہدایت کی مشعلیں روشن کر سکے تو اس نتیجے میں جو لوگ پیدا ہوں گے اور جو معاشرہ تشکیل پذیر ہوگا اس میں لامُحالہ ان خوبیوں کا انعکاس ہوگا۔

قرآن حکیم دراصل اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہے کہ دعوت اور نتائج دعوت میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اگر دعوت صحیح ہے، زمین سازگار ہے اور آبیاری کی تمام تر کوششیں درست ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ بیج تناور نخل کی صورت اختیار نہ کرے۔

﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۝٢٤ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا ۭ

وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۵﴾

(ابراھیم : ۲۴۔۲۵)

''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پاکیزہ بات کی مثال کیونکر بیان فرمائی ہے وہ ایسی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ مضبوط ہو، یعنی زمین کو پکڑے ہوئے ہے اور شاخیں آسمان سے باتیں کررہی ہیں، یہ اللہ کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا اور میوے دیتا ہے۔''

اس تشریح کی روشنی میں غور کیجئے اگر وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد ارتداد اختیار کرلیں یا اس مقام سے محروم ہوجائیں جس پر کہ اللہ نے انہیں فائز کیا تو قرآن حکیم کی پیش کردہ اس دلیل میں کوئی وزن نہیں باقی رہ جاتا ہے کہ کلمۂ حق بہرحال برگ و بار لاتا اور پھلتا پھولتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی اس فصیح و بلیغ تمثیل میں جس کو اس کی ذات گرامی نے خصوصیت سے اس حقیقت کے اظہار کے لیے منتخب فرمایا ہے عملی تغلیط کے بعد آیا اس میں ذرا بھی جان یا سکت برقرار رہتی ہے؟

اگر اللہ کا کلام ابدی ہے تو ضروری ہے کہ اس کے دلائل میں جو قوت، جو زور اور فصاحت و بلاغت پنہاں ہے وہ بھی ابدی اور ہمیشہ قائم رہنے والی ہو اور وہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اس تمثیل کا اطلاق ہر ہر دور میں ہمیشہ جوں کا توں رہے اور اس سے بھی آگے بڑھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بگاڑ کو مان لینے سے یہ شبہ دلوں میں چٹکی لیتا ہے کہ اس کتاب ابدی کو نازل کرنے والا اللہ علام الغیوب بھی ہے یا نہیں؟ یعنی جس تمثیل کو آگے چل کر غلط ثابت ہونا تھا۔ اس کو اس زور اور ایمان افروز لہجہ کے ساتھ پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ اگر اللہ تعالیٰ آنے والے واقعات کو پہلے ہی سے جانتا ہے اور یقیناً جانتا ہے اور اس کے دائرہ علم وادراک سے مستقبل میں ابھرنے والا ادنیٰ سے ادنیٰ واقعہ بھی اوجھل رہنے والا نہیں ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کو جان لینا چاہیے تھا کہ آمد و

واقعات اس تمثیل کی تکذیب کرنے والے ہیں اور اگر اس کے غیب پر مبنی علم و ادراک نے اس نوع کے کسی خدشے کا اظہار نہیں کیا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہمیشہ ان اوصاف حمیدہ سے متصف رہیں گے اور کلمہ طیبہ یہ تاثیر ہمیشہ معاشرے میں ایسے شجر بار آور کو جنم دیتی رہے گی جس کے میووں اور پھلوں سے انسانیت اپنے کام و دہن کی تواضع کرتی رہے، یہ سوال اپنی جگہ بہت اہم ہے۔ علمائے محققین نے اسی لیے بجا طور پر تاریخ کی بے مائیگی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال و کوائف کی جانچ پرکھ مخصوص نوعیت کی حامل ہے یہ مسئلہ صرف تاریخ ہی کا مسئلہ نہیں ایمان کا مسئلہ بھی ہے اور اس کا تعلق ہمارے نازک ترین احساسات سے ہے، اس لیے اس کے بارے میں صرف تاریخ کے اوراق ہی سے رہنمائی حاصل نہیں کرنی چاہیے کہ جس کی ترتیب و تدوین میں شخصی اور گروہی تعصّبات کا بہت بڑا حصہ ہے، بلکہ ضروری ہے کہ تاریخ کے پہلو بہ پہلو یہ بھی دیکھا جائے کہ قرآن حکیم نے ان حضرات کی سیرت و کردار کو کس کس انداز سے نکھارا اور پیش کیا ہے۔
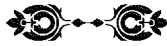
دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مِنْ اَشَدِّ اُمَّتِیْ لِیْ حُبًّا، نَاسٌ یَکُوْنُوْنَ بَعْدِیْ، یَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْرَأَنِیْ بِاَھْلِہٖ وَمَالِہٖ .))

''میری امت میں مجھ سے شدید محبت کرنے والوں میں سے وہ لوگ (بھی) ہیں جو میرے بعد ہوں گے، ان میں سے (ہر) ایک یہ چاہے گا کہ اپنے اہل وعیال اور مال کی قربانی دے کر مجھے دیکھ لے۔''

(صحیح مسلم: ۷۱۴۵)

میزان الاعتدال اور علامت ”صح“

ابوعبداللہ عدنان الطاف

حدیث وعلومِ حدیث سے شغف رکھنے والے اہل علم وفن یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ محدثین عظام کے ہاں رواۃ پران کے مراتب کے مطابق کلام کرنے سے متعلق مختلف عبارات والفاظ استعمال ہوتے ہیں، اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد ابن ابی خیثمہ سے فرمایا:

”إِذَا قُلتُ لَكَ: ”لَيْسَ بِهِ بَأْسٌ فَهُوَ ثِقَةٌ“ (التاريخ الكبير لإبن أبى خيثمة۔ السفر الثالث : ۱/ ۳۳۷)

حالانکہ یہ ”لیس به بأس“ کی اصطلاح سے بعض دیگر محدثین یہ مراد نہیں لیتے۔

(۲) امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ کے ہاں سخت ضعیف کی ایک خاص اصطلاح ہے جو کہ آپ نے چند ضعیف راویوں سے متعلق استعمال کی ہے، چنانچہ آپ نے عمر بن حفص العبدی کے بارے میں فرمایا:

”ضَعِيْفُ الْحَدِيْثِ لَيْسَ بِقَوِيٍّ هُوَ يَدَى عَدْلٍ“

(الجرح والتعديل لابن أبى حاتم : ٦/ ١٠٣)

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وَقَوْلُهُ (عَلَى يَدَى عَدْلٍ) مَعْنَاهُ قَرُبَ مِنَ الْهَلَاكِ فَهٰذَا مَثَلٌ لِلْعَرَبِ كَانَ لِبَعْضِ الْمُلُوْكِ شُرْطِيٌّ اسْمُهُ عَدْلٌ فَإِذَا دَفَعَ إِلَيْهِ مِنْ جَنَى جِنَايَةً جَزَمُوْا بِهَلَاكِهِ غَالِبًا ذَكَرَهُ ابْنُ قُتَيْبَةَ وَغَيْرُهُ وَظَنَّ بَعْضُهُمْ أَنَّهَا مِنْ أَلْفَاظِ التَّوْثِيْقِ

فَلَمْ يُصِبْ" (تهذيب التهذيب : ٩/ ١٤٢)

یہ اصطلاح حافظ ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ نے جبارۃ بن المغلس، محمد بن خالد الواسطی اور یعقوب بن محمد بن عیسیٰ الزہری وغیرہم کے بارے میں استعمال کی ہے۔

اسی طرح محدثین عظام اپنی کتب کی تالیف کے دوران میں بعض علامات و رموز کا استعمال کرتے ہیں، جن سے ان کی خاص مراد ہوتی ہے۔

(۱) مثلاً: علامة التضبيب (صـ):...... اس رمز و علامت کو محدثین سند میں انقطاع یا ارسال بیان کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَمِنْ مَوَاضِعِ التَّضْبِيْبِ أَنْ يَقَعَ فِي الْإِسْنَادِ إِرْسَالٌ أَوِ انْقِطَاعٍ فَمِنْ عَادَتِهِمْ تَضْبِيْبُ مَوْضِعِ الْإِرْسَالِ وَالْإِنْقِطَاعُ" (مقدمة ابن الصلاح ص ٢/ ٨٥)

یہ علامت (صـ) تضبیب اس کے علاوہ بھی کئی مقاصد کے لیے استعمال ہوتی ہے، اس رمز کا استعمال حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی کتاب مسند الفارق (۱۲، ۲۱۸، ۴۴۰، ۶۴۸ وغیرہ) میں کثرت سے ملتا ہے۔

(۲): [٤] یہ علامت اور رمز "تهذيب الكمال" اور اس کے بعد کی کتب میں کثرت سے مستعمل ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ جس راوی کے ساتھ یہ علامت و رمز ہو وہ کتب اربعہ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کا راوی ہے۔

البتہ میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں (طبعة دارالمعرفة، طبعة دار الحديث، طبعة دارالكتب العلمية، طبعة مطبعة السادة بالقاهرة، طبعة مطبع انوار محمدی) میں [٤] کی بجائے عو کی علامت لکھی گئی ہے، یعنی سنن اربعہ کے رُواۃ کے لیے بطور علامت "٤" کی بجائے "عو" کو استعمال کیا گیا ہے جو کہ درست نہیں ہے۔

اصل میں میزان الاعتدال کے مخطوطات میں اس علامت کو (٤) اس طرح لکھا گیا ہے جو دراصل ٤ (چار) لکھنے کا ایک انداز ہے، جبکہ بعد والوں نے اس کو عو سمجھ لیا۔

میزان الاعتدال طبعة الرسالة کے محققین اس غلطی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"رَسْمُ الرَّقْمِ (٤) فِی النُّسَخِ الْخَطِّیَّةِ كَمَا هُوَ فِيْ غَيْرِهَا مِنَ الْمَخْطُوْطَاتِ عَلَى الشَّكْلِ (٤) وَهُوَ رَسْمُهُ فِي الْأَرْقَامِ الْهِنْدِيَةِ قَدِيْمًا وَرَسْمُهُ مُحَقِّق الْمَطْبُوْعِ: عو وَ رَسْمُهُ غَيْرَهُ: عه وَكِلَاهُمَا خَطَأٌ" (میزان الاعتدال ط الرسالة ص ٤٤)

اسی طرح فضیلۃ الشیخ محمد عزیز شمس حفظہ اللہ فرماتے ہیں: "یہ (٤) چار (٤) ہی ہے، یہ عو یا عه قطعاً نہیں، آج بھی ایران کی مطبوعہ کتب میں چار (٤) اسی (٤) طرح لکھا جاتا ہے اور اس علامت سے مراد سنن اربعہ ہوتی ہیں۔"

اسی طرح تہذیب الکمال کے مخطوطات میں کئی جگہ اس رمز کو اس طرح (٤) لکھا گیا ہے اور کئی جگہ اس (٤) انداز میں لکھا گیا، جس کی وجہ سے تهذيب الكمال بتحقيق الدكتور بشار عواد ٣٥ جلد والے نسخے میں جہاں مخطوطہ میں یہ رمز (٤) استعمال ہوئے تو اس کو کئی مقامات پر مطبوعہ میں "ع" لکھا گیا جو کہ غلط ہے۔

مثلاً دیکھیں ترجمة أشعث بن عبد الملك الحمرانی ٣/ ٢٧٨: ٥٣١ بديل بن ميسرة العقيلی المصری : ٤/ ٦٤٨٣١ وغيرهما

البتہ تهذيب الكمال بتحقيق الدكتور بشار حفظہ اللہ کے جدید ایڈیشن میں جو ٨ جلدوں میں طبع ہوا، اس غلطی کی اصلاح کر دی گئی اور (ع) کی بجائے (٤) ہی لکھا گیا ہے۔

انہی علامات و رموز میں سے (صح) ہے، جو کہ بہت سے معانی میں استعمال کی جاتی ہے، امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اپنی عظیم کتاب میزان الاعتدال میں اس رمز کو استعمال کیا ہے اور ان کے ہاں اس علامت کے استعمال کا معنی ''راوی کا ثقہ ہونا راجح ہے'' یعنی جس راوی سے پہلے یہ علامت ہو، اگر چہ اس پر کچھ جرح بھی ہے، لیکن امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک معدلین کے اقوال راجح ہیں۔

ایک صاحب اس علامت کے معروف معنی کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''علامہ ذہبی کی مشہور کتاب میزان الاعتدال کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر اس کتاب میں کسی کے نام سے قبل ''صح'' لکھا ہے تو وہ ذہبی کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے، لیکن یہ اصول غلط ہے کیونکہ ایسا کوئی اصول علامہ ذہبی سے ثابت نہیں۔''

موصوف کا یہ دعویٰ خلاف حقیقت ہے کیونکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے خود میزان الاعتدال میں ''أبان بن یزید العطار'' کے ترجمہ میں اس علامت کا استعمال اور معنی بیان کیا ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ میزان الاعتدال للذھبی کا منہج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وَقَدْ وَجَدْتُ لَهُ فِيْ أَثْنَاءِ الْكِتَابِ، مَا يَصْلُحُ أَنْ يَكُوْنَ فِى الْخُطْبَةِ كَقَوْلِهِ فِيْ تَرْجَمَةِ أَبَانَ الْعَطَّارَ: إِذَا كَتَبْتُ ''صح'' فِيْ أَوَّلِ الْإِسْمِ فَهِيَ إِشَارَةٌ إِلَى أَنَّ الْعَمَلَ عَلَى تَوْثِيْقِ ذٰلِكَ الرَّجُلِ'' (لسان المیزان: ۱/ ۲۰۰ ط ابی غدة)

اگر چہ یہ عبارت میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں میں موجود نہیں، لیکن یہ یاد رہنا چاہیے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''میزان الاعتدال'' کو اپنی کتاب ''لسان المیزان'' کے لیے اصل بنایا ہے اور ''لسان المیزان'' میزان الاعتدال کا اختصار اور حک و اضافہ ہے،

لہٰذا ثقہ امام ابن حجر رحمہ اللہ کی اس نقل و گواہی کو قبول کیا جائے گا اور یہ تسلیم کیا جائے گا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی اصل کتاب سے یہ بات نقل کی ہے۔

دراصل حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''میزان الاعتدال'' چار ماہ کے قلیل عرصے میں تالیف کی، پھر مزید چار سال تک گاہے گاہے اس میں اضافہ وحواشی تحریر کرتے رہے، جیسا کہ خود امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''أَلَّفْتُهُ فِي أَرْبعَةِ أَشْهُرٍ إِلَّا يوْمَيْنِ مِنْ سَنَةِ أَرْبَعٍ وَعِشْرِيْنَ وَسَبْعِ مِائَةٍ ثُمَّ عقَّبْتُ عَلَيْهِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَزِدْتُ حَوَاشِيَ فِي أَرْبَعِ سِنِيْنَ'' (ميزان الاعتدال، نسخة سبط ابن العجمى بحواله مقدمة التحقيق ميزان الاعتدال ص ١٩ طبعة الرسالة)

اب میزان الاعتدال کے بعض قلمی نسخوں میں اس عبارت کا موجود نہ ہونا ممکن ہے، اس کا سبب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ عبارت امام ذہبی رحمہ اللہ نے کتاب مکمل کرنے کے بعد حاشیہ میں لکھی اور جو نسخے پہلے نقل ہو چکے تھے ان میں یہ عبارت نقل نہ ہوسکی۔

جیسا کہ ''میزان الاعتدال'' کے دو معتمد قلمی نسخے جو امام ذہبی کی اصل سے نقل شدہ ہیں ان میں یہ عبارت اُبان العطار کے ترجمہ کے حاشیے میں بعینہ اسی طرح موجود ہے جس طرح حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لسان المیزان میں میزان الاعتدال کے حوالے سے نقل فرمائی:

''إِذَا كَتَبْتُ ''صح'' فِيْ أَوَّلِ الْإِسْمِ فَهِيَ إِشَارَةُ إِلَى أَنَّ الْعَمَلَ على تَوْثِيْقِ ذَاكَ الرَّجُلِ''

اور دونوں قلمی نسخوں کے نساخ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ یہ حاشیہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کا لکھا ہوا ہے ''حَاشِيَةُ بِخَطِّهِ'' (ميزان الاعتدال مخطوطة مدرسة الأحمدية بمدينة حلب : ١/ ١٥، ميزان الاعتدال مخطوطة ولى الدين أفندى : ١٦/١، انظر ''منهج الامام ابى عبد الرحمٰن النسائى فى الجرح

والتعديل للدكتور قاسم علی سعد : ١/ ١٠١)

مندرجہ بالا تمام بحث سے یہ بات واضح ہوئی کہ یہ اصول خود امام ذہبی رحمہ اللہ کا ہے اور انہوں نے خود اسے اپنی کتاب ''میزان الاعتدال'' میں لکھا ہے، لہٰذا موصوف کا یہ کہنا کہ ''ایسا کوئی اصول علامہ ذہبی سے ثابت نہیں'' درست نہیں۔

تنبیہ:...... امام ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس علامت کو لسان المیز ان میں برقرار رکھا ہے۔

البتہ لسان المیز ان کے آخر میں جو فصل قائم کی جس میں ان رواۃ کے اسماء ذکر کیے جو "تهذيب الكمال" کے تھے اور ابن حجر رحمہ اللہ نے انھیں لسان المیز ان میں ذکر نہیں کیا تو وہاں اس علامت میں کچھ تبدیلی کی جو انہی کے الفاظ میں ذکر کیے دیتا ہوں۔

"وَمَنْ كَتَبْتُ قُبَالَتَه: (صح) فَهُوَ مِمَّن تكلَّمَ فِيْهِ بِـلا حُجَّةٍ أَو صُورَة (هـ) فَهُو مُخْتَلَفٌ فِيْهِ، وَالْعَمَلُ عَلَى تَوْثِيْقِهِ وَمَن عَدَا ذَلِكَ فَضَعِيْفٌ عَلَى اخْتِلَافِ مَرَاتِبِ الضَّعْفِ" (لسان الميزان : ٩/ ٢٤٧ ط ابی غدة)

موصوف نے اپنے دعویٰ ''کہ یہ اصول غلط ہے'' پر میزان الاعتدال سے تین رواۃ بطور دلیل و مثال پیش کیے ہیں کہ جن سے قبل "صح" کی علامت موجود ہونے کے باوجود امام ذہبی رحمہ اللہ نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔

موصوف لکھتے ہیں: ''میزان الاعتدال میں کئی ایسے رواۃ ہیں جن کے نام سے قبل صح کی علامت بھی ہے، لیکن ذہبی نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے اس کی یہ تین مثالیں پیش خدمت ہیں۔

ذیل میں موصوف کی دی گئی مثالوں کا جائزہ لیتے ہیں۔

١۔ أمية بن الحكم:

موصوف لکھتے ہیں: "أمية بن حكم بن حجل کے نام سے قبل "صح" کی

علامت ہے، لیکن ذہبی نے اسے غیر معروف یعنی مجہول قرار دیا ہے۔''

قُلتُ: اگرچہ میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں (دار المعرفة تحقيق على محمد البجاوي : ۱/ ۲۷۵ رقم : ۱۰۲۸، دارالكتب العلمية بتحقيق على معوض وعادل عبد الموجود: ۱/ ٤٤٢ رقم : ۱۰۳۰ ، دارالحديث قاهره تحقيق أحمد بن على : ۱/ ۳٥٤ ، رقم : ۱۰۳۰) [1] میں مذکورہ ترجمہ سے قبل ''صح'' کی علامت موجود ہے، لیکن یہ علامت ترجمہ مذکورہ کے ساتھ درست نہیں، صحیح یہ ہے کہ یہ علامت اس راوی کے متصل بعد والے راوی ''أمية بن خالد القيسى'' کے شروع میں ہے، [2] جیسا کہ (ميزان الاعتدال طبعة الرسالة ص ۲۱۸ رقم : ۹۷٤) میں یہ علامت اُمیہ بن حکم کے ساتھ نہیں بلکہ اُمیہ بن خالد کے ساتھ ہے۔

اور ایسے ہی (ميزان الاعتدال مخطوطة مدرسة الاحمدية ۱/ ۱۵۷أ ـ مخطوطة ولى الدين أفندى : ۱/ ۱۷۱أ ، مخطوطة حاج احمد على پاشا : ۱/ ۱۸۲)

ان تینوں مخطوطات میں بھی علامت ''صح'' امیہ بن الحکم کے ساتھ نہیں، بلکہ اُمیہ بن خالد کے ساتھ ہے۔

اور اُمیہ بن خالد کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے الكاشف : ۱/ ۲۵۵ رقم : ٤٦٧ میں ''ثقہ'' کہا ہے۔

---

[1] دار الحدیث کے محقق نے کسی قلمی نسخے (مخطوطہ) پر اعتماد نہیں کیا، اسی طرح دار الکتب العلمیہ کے محققین نے اگرچہ چند مخطوطات کی جانب اشارہ کیا ہے، لیکن تقابل سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ان کا زیادہ اعتماد طبعة محمد على البجاوي پر ہے، والله أعلم .

اور نسخہ البجاوی میں کثرت سے أغلاط موجود ہیں۔ والله اعلم بالصواب .

[2] مندرجہ بالا تینوں نسخوں میں علامت ''صح'' أمیۃ بن خالد کے ساتھ ہے ہی نہیں جس سے واضح ہے کہ یہ غلطی سے اس کی بجائے امیۃ بن الحکم کے ساتھ لگ گئی ہے۔

جبکہ أمیہ بن الحکم کو المغنی فی الضعفاء : ١/ ١٩٤ رقم ٧٨١ میں نقل کیا اور "لا یعرف" لکھا۔

اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ موصوف کا اس کو اپنی دلیل بنانا اور کہنا کہ "صح" کی علامت کے باوجود غیر معروف یعنی مجہول کہا'' درست نہیں۔

٢۔ محمد بن عبداللّٰہ بن عبید اللیثی:

موصوف رقمطراز ہیں ''محمد بن عبداللہ بن عبید لیثی سے قبل صح کی علامت ہے، لیکن ذہبی نے بخاری رحمہ اللہ سے اس کا منکر الحدیث ہونا نقل کیا ہے۔''

قلت: مذکورہ راوی کے ساتھ بھی اگرچہ میزان الاعتدال کے مطبوعہ نسخوں (دار المعرفة ٣/ ٥٩٠ رقم : ٧٧٣٤ دارالکتبہ العلمیہ ٦/ ١٩٧ رقم ٧٧٤٠، دار الحدیث ٥/ ١١٠ رقم ٧٧٤٢) میں علامت "صح" موجود ہے، لیکن یہ درست نہیں۔

بلکہ اس کے ساتھ "صح" کا نہ ہونا صحیح ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال طبعة الرسالة ص ١٣٧٨ رقم ٧٢٩٧ میں اس کے ساتھ علامت "صح" موجود نہیں اور یہ میزان الاعتدال کا وہ حصہ ہے جس میں طبعة الرسالة کے محققین نے امام ذہبی رحمہ اللہ کے اپنے ذاتی اور اپنے ہاتھ سے لکھے نسخہ پر اعتماد کیا ہے اور مذکورہ راوی کے ساتھ یہ علامت نہ امام ذہبی رحمہ اللہ کے اپنے ہاتھ سے لکھے مخطوط میں ہے (نسخة المصنف الذهبی ص ٢٣١) اور نہ (هو مخطوطة مدرسة الاحمدیة ٢/ ٤١٠ ب، اور نہ مخطوطة ولی الدین أفندی ٣/ ٥٤٧) میں ہی یہ علامت "صح" موجود ہے۔

اور اس راوی کو امام ذہبی رحمہ اللہ نے "المغنی فی الضعفاء" : ٢/ ١٥٩٦ رقم ٥٦٦" اور دیوان الضعفاء" ص ٣٥٧ رقم ٣٧٨٧ میں ذکر کیا اور دیوان الضعفاء میں لکھتے ہیں "ترکوہ و أجمعوا علی ضعفه."

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس راوی کو بھی موصوف کا اپنی دلیل بنانا غلط ہے اور اس سے قبل ''صح'' کی علامت یہ غلطی ہے جو کسی ناشر یا محقق سے ہوئی اور بعد والے محققین نے اس پر بلاتحقیق اعتماد کرلیا۔ واللّٰہ أعلم

۳۔ عبد الملك بن الصباح:

موصوف لکھتے ہیں: ''عبدالملک بن صباح کے نام سے قبل صح کی علامت ہے، لیکن ذہبی نے اسے متہم اور حدیث کا چور قرار دیا ہے۔''

قلت: انا للّٰه وانا اليه راجعون.

پہلے مذکورہ راوی کا مکمل ترجمہ مطبوعہ (دارالمعرفة ۲/ ٦٥٦، ٦٥٧) سے ملاحظہ کریں۔

''٥٢١٦۔(صح) عبد الملك بن الصبَّاح (خ، م، س، ق) الصنعانى عن مالك، متَّهَمٌ بسرقة الحديث قال الجليلى☆ وحده: وهذا هو

٥٢١٧۔ عبد الملك المَسْمَعِى بصرى، صدوق، وقال ابوحاتم صالح الحديث قلتُ لقى ابن عون، وبقى الى سنة مائتين خَرَّج له صاحبا الصحيح''

انظر دارالكتب العلمية: ٤/ ٤٠١ رقم: ٥٢٢١۔٥٢٢٢ ط دارالحديث ٣/ ٥٥١ رقم ٥٢٢٦۔٥٢٢٧

اصل میں مذکورہ بالا نسخوں میں عبدالملک بن الصباح اور عبدالملک المسمعی کو دو الگ الگ رقم دیے گئے ہیں جس کی وجہ سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دو الگ الگ راوی ہیں، حالانکہ یہ محققین کا تصرف ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ دونوں ایک ہی ہیں جیسا کہ طبعة الرسالة ص ٩٣٥ رقم ٤٩٥٧ میں اس کو درست طور پر لکھا گیا

☆ مطبوعہ میں ایسے ہی ہے جبکہ صحیح الخلیلی ہے۔

ہے اور اگر بغور پہلے مذکورہ مطبوعہ نسخوں کو بھی پڑھا جائے تو بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ دو الگ الگ نہیں بلکہ ذہبی کے نزدیک ایک ہی راوی ہیں۔

امام ذہبی الصباح کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: "وهذا هو عبد الملك المسمعي" یعنی الصباح ہی المسمعی ہے۔

موصوف اپنی غلط فہمی کے باعث یہ سمجھے کہ پہلا (الصباح) جس کے ساتھ "صح" کی علامت ہے اس پر "متهم بسرقة الحديث" کی جرح ذہبی نے کی ہے اور علامت صح بھی لگا دی ہے اور بعد والا راوی الگ ہے۔ [1]

موصوف کا یہ کہنا "ذہبی نے اسے متہم اور حدیث کا چور قرار دیا ہے" بالکل غلط اور کم فہمی ہے، بلکہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے تو یہ جرح خلیلی رحمہ اللہ سے نقل کی ہے اور یہ الفاظ "قاله الخليلي وحده" [2] کہہ کر اس جرح کے غیر مقبول ہونے کی طرف اشارہ کر دیا اور کہا کہ یہ صدوق راوی ہے اور ابو حاتم نے اسے صالح الحدیث کہا ہے تو ثابت ہوا یہ دونوں ایک ہی راوی ہیں اور جب یہ ذہبی کے نزدیک صدوق ہے تو "صح" کی علامت میں کیا اشکال باقی رہ جاتا ہے؟

اور اگر المسمعی، الصباح کے علاوہ اور راوی ہے تو امام ذہبی نے اس کے ترجمہ سے

---

[1] اگر موصوف کچھ محنت کر کے تهذيب الكمال (١٨/ ٣٣١ رقم ٣٥٣٤ رقم ٧٥٣) تذهيب تهذيب الكمال (٦/ ١٤٨ رقم ٤٢١٤)، تهذيب التهذيب (٦/ ٣٩٩) یا کم از کم الكاشف ١/ ٦٦٥ رقم ٣٤٥٧ میں ہی اس راوی کا ترجمہ دیکھ لیتے تو یہ دعویٰ کرنے سے باز رہتے اور ان کو یہ پتا چل جاتا کہ یہ تو الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی راوی ہے۔

[2] جبکہ امام ابن حجر رحمہ اللہ تهذيب التهذيب میں کہتے ہیں: "وقال الخليلي عبد الملك بن الصباح عن مالك متهم بسرقة الحديث كذا قال لم أر في الرواة عن مالك للخطيب ولا للدارقطني احداً وقال له عبد الملك بن الصباح، فان كان محفوظه فهو غير المسمعي".

قبل رموز کے ذریعے سے یہ کیوں نہ بیان کیا کہ یہ کن کتب کا راوی ہے؟ [1] جبکہ خود ہی اس کے ترجمہ کے اختتام پر لکھے ہیں "خرج له صاحبا الصحيح" اور ان الفاظ کے ذریعہ اس کی توثیق کی طرف بھی اشارہ کیا۔ المسمعي کے شروع میں رمز اس لیے نہ لگا کیونکہ یہ وہی ہے جو الصباح ہے اور اس کا ترجمہ شروع کرنے سے پہلے (خ، م) کی علامت لگا کر بتایا ہے کہ یہ بخاری مسلم کا راوی ہے۔

لہٰذا اس تفصیل سے بھی معلوم ہوا کہ موصوف کا دعویٰ بالکل باطل اور تحریر کم فہمی اور کم علمی کا نتیجہ ہے اللہ ہمیں حق کو سمجھنے اور اس پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نوٹ: مضمون میں دیے گئے تمام حوالہ جات جن مخطوطات یا مطبوعہ کتب کے حوالے سے نقل کیے گئے ہیں وہ میرے پاس موجود ہیں اور اصل سے ہی حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ والحمد للہ

---

[1] طبعة دار الكتب العلمية میں عبدالملک المسمعي سے قبل (ت) کا رمز بھی لگا دیا گیا جو کہ واضح غلطی ہے، خود ذہبی رحمہ اللہ کہہ رہے ہیں: "خرج له صاحبا الصحيح" اور رمز "ت" کی۔!!!

ہمارا انتخاب....؟

ابو ظفیر محمد ندیم ظہیر
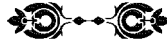
پھولوں کے چمن میں کانٹے بھی ہوتے ہیں، اب یہ ہمارے مزاج اور ظرف پر ہے کہ ہم پھول چنتے ہیں یا کانٹے...... اس طرف ہماری توجہ شاید کبھی مبذول نہ ہوئی ہو کہ معاشرے میں برائیاں پھیلنے میں بھی ہمارے ظرف و مزاج کا اہم کردار ہے۔ وہ ایسے کہ ہمارے ہاں عام طور پر خوبیوں کے بجائے برائیوں پر گفتگو کی جاتی ہے۔ محفل و مجلس میں اسے ہی موضوع سخن بنایا جاتا ہے۔ یوں ہر گلی کوچے میں برائی پروان چڑھتی ہے اور خوبی و خوبیوں والے مسلے جاتے ہیں۔ معاشرہ پرامن و خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں تو برائیوں کے نہیں خوبیوں کے تذکرے عام کریں، کانٹوں کے نہیں پھولوں کے سوداگر بنیں۔

کیا اکثریت حق پر ہونے کی دلیل ہے؟

ابوالقاسم نوید شوکت

بعض لوگ بدعات وخرافات کو پھیلانے کے لیے دن رات کوشش کر رہے ہیں اور جب انھیں کوئی دلیل نہیں ملتی تو سادہ لوح عوام کو پھنسانے کے لیے یہ بات کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ ہماری اکثریت ہے کہ یا یہ کہ اتنے لوگ سارے غلط ہیں؟ حالانکہ کسی بات کو جانچنے کے لیے کہ وہ حق ہے یا نہیں اس کا معیار قرآن وحدیث ہے، پس جو بات قرآن وسنت کی کسوٹی پر پوری نہ اترے تو وہ باطل ہے، خواہ ایسے لوگوں کی اکثریت ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عموماً حق والوں کی جماعت ہمیشہ تھوڑی ہی رہی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ﴾

(الانعام: ١١٦)

''اور اگر تو ان لوگوں میں سے اکثر کا کہنا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے۔''

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((افْتَرَقَتِ الْيَهُوْدُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارٰى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً فَإِحْدَى وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ، وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِيْ عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَ ثِنْتَانِ وَسَبْعُوْنَ فِي النَّارِ)) قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! مَنْ هُمْ؟

قَالَ: ((اَلْجَمَاعَةُ))

''یہودی اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنت میں جائے گا اور ستر جہنم میں۔ اور عیسائی بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنت میں اور اکہتر (۷۱) جہنم میں جائیں گے۔قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میری امت ضرور بضرور تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ان میں سے ایک گروہ جنت میں اور بہتر (۷۲) جہنم میں جائیں گے۔'' پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول (ﷺ)! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: جماعۃ''

(سنن ابن ماجه: ۳۹۹۲ وهو حديث حسن)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"إِنَّ الْجَمَاعَةَ مَا وَافَقَ طَاعَةَ اللّٰهِ" (مسند الشاميين للطبرانی ص ۱۳۸ ح ۲۲۰ وسنده حسن)

''جماعت وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کے مطابق ہو۔''

(۱) امام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمان الصابونی (المتوفی ۴۴۹ھ) نے کہا:

"وَأَنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ۔ مُتَّبِعٌ لِآثَارِهِمْ مُسْتَضِيءٌ، بِأَنْوَارِهِمْ، نَاصِحُ إِخْوَانِي وَ أَصْحَابِيْ أَلَّا يَزِيْغُوْا عَنْ مَنَارِهِمْ وَلَا يَتَّبِعُوْا غَيْرَ أَقْوَالِهِمْ وَلَا يَشْتَغِلُوْا بِهٰذَا الْمُحْدَثَاتِ مِنَ الْبِدَعِ الَّتِيْ اشْتَهَرَتْ فِيْمَا بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَظَهَرَتْ وَانْتَشَرَتْ وَلَوْ جَرَتْ وَاحِدَةٌ مِّنْهَا عَلَى لِسَانِ وَاحِدٍ فِي عَصْرِ أُوْلٰئِكَ الْأَئِمَّةِ لَهَجَرُوْهُ وَبَدَّعُوْهُ وَكَذَّبُوْهُ وَ أَصَابُوْهُ بِكُلِّ سُوْءٍ وَمَكْرُوْهٍ وَلَا

يَغُرَّنَّ إِخْوَانِي۔ حَفِظَهُمُ اللّٰهُ كَثْرَةَ أَهْلِ الْبِدَعِ وَوَفُوْرِ عَدَدِهِمْ، فَإِنَّ ذٰلِكَ مِنْ أَمَارَاتِ اقْتِرَابِ السَّاعَةِ، إِذِ الرَّسُوْلُ الْمُصْطَفٰى ﷺ قَالَ: ((إِنَّ مِنْ عَلامَاتِ السَّاعَةِ وَاقْتِرَابِهَا أَنْ يَقِلَّ الْعِلْمُ وَيَكْثُرَ الْجَهْلُ)) وَالْعِلْمُ هُوَ السُّنَّةُ وَالْجَهْلُ هُوَ بِدْعَةٌ."

(عقيدة السلف وأصحاب الحديث ص ٣١٦)

اور میں اللہ عزوجل کے فضل سے ان (سلف صالحین) کے آثار کی پیروی کرنے والا ہوں اور ان کے انوار سے روشنی حاصل کرنے والا ہوں۔ میں اپنے بھائیوں اور ساتھیوں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ ان (سلف صالحین) کی علامتوں سے نہ ہٹیں اور ان کے اقوال کے علاوہ کسی کی پیروی نہ کریں اور وہ ان بدعات میں مشغول نہ ہوں جو مسلمانوں کے درمیان پھیلی ہوئی ہیں اور (یہ بدعات) جو نمایاں ہیں اور پھیلی ہوئی ہیں، اگر ان (بدعات) میں سے کوئی ایک بھی کسی کی زبان پر جاری ہوتی ان ائمہ کے دور میں تو وہ اسے چھوڑ دیتے اور اسے بدعتی قرار دے دیتے اور اسے جھٹلا دیتے اور اسے کہتے اور میرے بھائی! (اللہ ان کی حفاظت فرمائے) اہل بدعت کی کثرت اور ان کی زیادہ تعداد دھوکے میں نہ ڈال دے، کیونکہ یہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ رسول مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا: ''قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم کم ہوجائے گا اور جہالت زیادہ ہوجائے گی۔'' اور علم وہ سنت ہے اور جہالت وہ بدعت ہے۔

(۲) امام ابوشامہ (المتوفی ٦٦٥ھ) نے کہا:

”وَحَيْثُ جَاءَ الْأَمْرُ بِلُزُوْمِ الْجَمَاعَةِ فَالْمُرَادُ بِهِ لُزُوْمُ الْحَقِّ وَاتِّبَاعُهُ وَإِنْ كَانَ الْمُتَمَسِّكُ بِالْحَقِّ قَلِيْلًا وَالْمُخَالِفُ لَهُ كَثِيْرًا لِأَنَّ الْحَقَّ هُوَ الَّذِيْ كَانَتْ عَلَيْهِ الْجَمَاعَةُ الْأُوْلٰى مِنَ النَّبِيِّ ﷺ وَأَصْحَابِهِ رضي الله عنهم وَلَا نَظَرَ إِلَى كَثْرَةِ أَهْلِ الْبَاطِلِ بَعْدَهُمْ“ (الباعث على انكار البدع والحوادث ص ٢٠، دوسرا نسخه ص ٢٤)

جماعت کو لازم پکڑنے کا جو حکم آیا ہے تو اس سے مراد حق کو لازم پکڑنا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔ اگرچہ حق کو پکڑنے والے کم ہی ہوں اور مخالف زیادہ ہوں، کیونکہ حق وہ ہے جس پر پہلی جماعت نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھی، ان کے بعد اہل باطل کی اکثریت کی طرف نہ دیکھے۔“

(۳) امام ابن قیم (المتوفی ۷۵۱) نے کہا:

”وَاعْلَمْ أَنَّ الْإِجْمَاعَ وَالْحُجَّةَ وَالسَّوَادَ الْأَعْظَمَ هُوَ الْعَالِمُ صَاحِبُ الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ وَحْدَهُ وَإِنْ خَالَفَهُ أَهْلُ الْأَرْضِ“ (اعلام الموقعین ج ۳ ص ۳۵۸)

جان لو! بے شک اجماع اور حجت اور سواد اعظم وہ عالم ہے جو حق والا ہو، اگرچہ وہ اکیلا ہی ہو اور ساری زمین والے اس کے مخالف ہوں۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کام کو لوگوں کی اکثریت کرے اور اس کی دلیل قرآن وسنت میں نہ ہو تو محض اکثریت سے مستحسن نہیں بن جائے گا، بلکہ وغیرہ مسنون ہی کہلائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بدعات وخرافات سے بچائے اور قرآن وسنت کو سلف وصالحین کے منہج پر سمجھ کر اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

تحقیق وتخریج: محدث العصر زبیر علی زئی رحمہ اللہ ترجمہ: حافظ ثمامہ طاہر

فضل الاسلام للامام محمد بن عبد الوهاب رحمہ اللہ

قسط: 1

اسلام کی فضیلت کا بیان:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَ اَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَ رَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ﴾ (المائدہ: ۳)

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور میں نے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔''

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ شَكٍّ مِّنۡ دِيۡنِىۡ فَلَاۤ اَعۡبُدُ الَّذِيۡنَ تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ وَلٰـكِنۡ اَعۡبُدُ اللّٰهَ الَّذِىۡ يَتَوَفّٰٮكُمۡ ۖۚ وَاُمِرۡتُ اَنۡ اَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴾ (یونس: ۱۰۴)

''کہہ دیجئے اے لوگو! اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شک میں ہو، تو میں ان لوگوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا، اور لیکن میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہیں قبض کرتا ہے۔''
یعنی تمھاری روح قبض کرتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِهٖ يُؤۡتِكُمۡ كِفۡلَيۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيَجۡعَلۡ لَّكُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِهٖ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ

رَّحِيمٌ ﴿٢٨﴾ (الحدید : ٢٨)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول (ﷺ) پر ایمان لاؤ، وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمہارے لیے ایسی روشنی کر دے گا کہ تم اس کے ذریعے سے چلتے رہو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

اور صحیح البخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((مَثَلُكُمْ وَمَثَلُ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَأْجَرَ أُجَرَاءَ فَقَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ غُدْوَةَ إِلَى نِصْفِ النَّهَارِ عَلَى قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُودُ ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنْ نِصْفِ النَّهَارِ إِلَى صَلَاةِ الْعَصْرِ عَلَى قِيرَاطٍ فَعَمِلَتِ النَّصَارَى ثُمَّ قَالَ: مَنْ يَعْمَلُ لِي مِنَ الْعَصْرِ إِلَى أَنْ تَغِيبَ الشَّمْسُ عَلَى قِيرَاطَيْنِ فَأَنْتُمْ هُمْ فَغَضِبَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فَقَالُوا: مَا لَنَا أَكْثَرَ عَمَلًا وَأَقَلَّ عَطَاءً قَالَ: هَلْ نَقَصْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ قَالُوا: لَا قَالَ: فَذَلِكَ فَضْلِي أُوتِيهِ مَنْ أَشَاءُ.))

''تمہاری اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی مثال اس شخص کی مانند ہے جس نے اجرت پر چند مزدور رکھے، پھر کہا: ''کون ہے جو ایک قیراط پر صبح سے دوپہر تک میرا کام کرے گا، تو یہودیوں نے یہ کام کیا، پھر اس نے کہا: کون ہے جو ایک قیراط (مزدوری) پر دوپہر سے عصر تک کام کرے گا؟ تو نصاریٰ نے یہ کام کیا، پھر اس نے کہا: کون ہے جو دو قیراط (مزدوری) پر عصر سے مغرب تک کام کرے گا؟ تو یہ (کام کرنے والے) تم ہو۔ تو یہود

و نصاریٰ غصے ہو گئے اور کہا: کیا (معاملہ) ہے ہمارا (کہ) کام ہم نے زیادہ کیا اور اجرت ہمیں کم ملی؟ تو اس شخص نے کہا: کیا میں نے تمہارے حق (مزدوری) سے کچھ کمی کی ہے؟ تو انہوں نے کہا: نہیں، تو اس شخص نے کہا: یہ میرا فضل ہے، جسے چاہوں دوں۔'' (صحیح البخاری: ۲۲۶۸)

اور صحیح (مسلم وغیرہ ہی) میں ہی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: ((أَضَلَّ اللّٰهُ عَنِ الْجُمُعَةِ مَنْ كَانَ قَبْلَنَا فَكَانَ لِلْيَهُودِ يَوْمُ السَّبْتِ وَكَانَ لِلنَّصَارٰى يَوْمُ الْأَحَدِ فَجَاءَ اللّٰهُ بِنَا فَهَدَانَا اللّٰهُ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ فَجَعَلَ الْجُمُعَةَ وَالسَّبْتَ وَالْأَحَدَ وَكَذٰلِكَ هُمْ تَبَعٌ لَنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ نَحْنُ الْآخِرُونَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا وَالْأَوَّلُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ))

''ہم سے پہلے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے (یوم) جمعہ (اختیار کرنے) کی راہ سے ہٹا دیا، تو یہود کے لیے ہفتے کا دن تھا اور نصاریٰ کے لیے اتوار کا دن، پھر اللہ تعالیٰ ہمیں (دنیا میں) لایا تو ہمیں یوم جمعہ کی رہنمائی فرما دی اور اسی طرح وہ (یہود و نصاریٰ) قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہوں گے۔ ہم دنیا والوں سے پیچھے ہیں جبکہ قیامت والے دن پہلے (آگے) ہوں گے۔'' (صحیح مسلم: ۲۲/ ۸۵۶ واللفظ نحوہ وللحدیث طرق أخری عند البخاری: ۸۷۶)

اور اسی (صحیح بخاری ہی) میں نبی کریم ﷺ سے تعلیقاً مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو سب سے محبوب دین وہ ہے جو سیدھا ہو اور جس میں آسانی ہو۔ (صحیح البخاری قبل ح: ۳۹ تعلیقاً)

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سیدھے راستے اور سنت کو لازم پکڑو، یقیناً جو

بندہ سیدھے راستے اور سنت نبوی ﷺ پر ہو، اللہ کا ذکر کرے، پھر خوفِ الٰہی سے اس کی آنکھیں (آنسوؤں) سے بہہ پڑیں تو اسے (جہنم کی) آگ نہ چھوئے گی اور جو شخص سیدھے راستے اور سنت پر ہو وہ اللہ کا ذکر کرے تو اللہ کے ڈر سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں وہ اس درخت کی مانند ہے جس کے پتے خشک ہو جائیں تو اس آدمی سے ایسے گناہ جھڑتے ہیں جیسے اس درخت سے (سوکھے) پتے جھڑتے ہیں اور بلاشبہ سنت (کی پیروی) میں اعتدال کرنا سیدھے راستے اور سنت کے برعکس (بدعات وغیرہ میں) جستجو سے بہتر ہے۔(حسن، الزهد للامام احمد ص ۱۲۷۔۱۳۸ ح ۷۳۷، وعنه ابو نعيم فى حلية الاولياء : ۱/ ۲۰۳ باختلاف يسير وسنده حسن لذاته)

سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دانش مندوں کا سونا اور ان کا کھانا پینا کیا ہی خوب ہے! یہ احمقوں کی شب بیداری اور ان کے روزوں سے کس طرح بڑھ جاتے ہیں۔ تقویٰ اور یقین کی (بنیاد) ذرہ برابر نیکی، غافلوں کی عبادت سے عظیم، افضل اور بہت بہتر ہے۔(سنده ضعيف، حلية الاولياء : ۱/ ۲۱۱ وفيه عمن أخبره لم أعرفه)
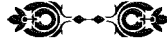
عقل مند کون؟

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری آدمی نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: مومنوں میں سے عقل مند کون ہے؟ آپ نے فرمایا:

"أَكْثَرُهُمْ لِلْمَوْتِ ذِكْرًا، وَأَحْسَنُهُمْ لِمَا بَعْدَهُ اِسْتِعْدَادًا، أُولٰئِكَ الْأَكْيَاسِ."

''جو موت کو زیادہ یاد کرتا ہے اور اس کے بعد (پیش آمدہ مراحل) کی بہترین تیاری کرتا ہے، یہی لوگ عقل مند ہیں۔'' (حسن، سنن ابن ماجہ: ۴۲۵۹)

قسط:1

سلیمان بن مسعود صاحب کی جہالتیں بجواب علی زئی صاحب کی علمی خیانتیں

ابوالاسجد محمد صدیق رضا
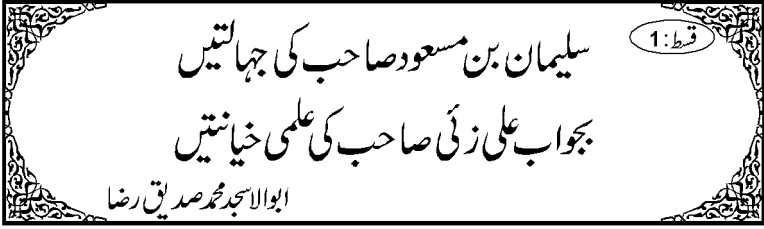
آج ایک پوسٹ آئی جو بانی رجسٹرڈ فرقہ نام نہاد جماعت المسلمین مسعود احمد بی ایس سی کے بڑے بیٹے سلیمان صاحب کی اس کتاب سے ماخوذ ہے جوانہوں نے اپنے والد کی سوانح حیات پر لکھی ہے، اس کا پی ڈی ایف مجھے بھی ملا تھا اس قسم کی باتیں دیکھ کر میں نے پرنٹس نکلوا کر رکھ لیا کہ ان کے جواب میں اس کی ضرورت پڑے گی۔

اس میں سلیمان صاحب نے بعض علمی مباحث میں جگہ جگہ جہالت کی مثالیں چھوڑی ہیں...... ایک عنوان استاذ گرامی محدث العصر حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ کی خیانتوں کے بارے میں بھی قائم کیا ہے:

ان شاء اللہ آئندہ سطور میں جہالت پر مبنی ان بہتانات کا جواب عرض کیا جائے گا:

سلیمان صاحب:

علی زئی صاحب لکھتے ہیں: ''طائفہ منصورہ کی تشریح میں امام بخاری فرماتے ہیں یعنی اهل الحدیث . یعنی اس سے مراد اہل حدیث ہیں۔'' (مسالتہ الاحتجاج بالشافعی للخطیب) (اہل حدیث ایک صفاتی نام ص 20، 48، 57)

جواب:...... موجد و بانی فرقہ کے بیٹے ہونے کی وجہ سے رجسٹرڈ فرقہ پرستوں میں یہ بڑے عالم سمجھے جاتے ہیں، لیکن ان کے علم و عقل اور فہم کا اندازہ اس بات سے لگا لیجیے کہ ایک ایسی بات کو خیانت بنا کر پیش کر دیا جو کسی طرح خیانت نہیں، کیونکہ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی کتاب جس کا حوالہ دیا گیا، اس میں یہ موجود ہے ہم اسکینز پیش کر چکے ہیں تو کیسی اور کہاں کی خیانت اسے خیانت وہی کہے گا جو علم و عقل سے کورا ہو یا بغض و

کینے کا مارا ہو خیانت تو ان کی اپنی ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے تو لکھ دیا کہ "سنده صحيح" لیکن ان لوگوں نے یہ بات ظاہر نہیں کی تا کہ کسی کو پتہ ہی نہ چلے کہ شیخ زبیر رحمہ اللہ نے جس کتاب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے وہاں سند بھی موجود ہے۔

سلیمان صاحب:

یہاں یہ بات غور طلب ہے کہ ''طائفہ منصورہ'' کی تشریح سیدنا امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح میں بیان فرما دی ہے جو کہ پہلے بھی نقل کر چکے ہیں اور ایک بار پھر نقل کر رہے ہیں۔۔۔امام بخاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"باب قول النبی ﷺ: "لا تزال طائفه من امتی ظاهرین علی الحق یقاتلون" وهم اهل العلم."

(کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة)

یہ باب ہے نبی ﷺ کے اس فرمان کا کہ ''میری امت میں ایک طائفہ ہمیشہ غالب رہے گا حق پر قتال کرتا رہے گا'' وہ اہل علم ہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة باب 10)

سیدنا امام بخاری کی وہ تشریح جو خود آپ نے اپنی کتاب میں بیان فرمائی ہے اس تشریح کو چھوڑ کر خطیب بغدادی کی ایک غیر معروف اور غیر مستند کتاب سے امام بخاری کی تشریح نقل کرنا ضرور کسی بدنیتی کی غمازی کرتا ہے۔

جواب:......امام بخاری رحمہ اللہ نے جو کچھ فرمایا وہ سب کا سب صحیح بخاری میں محدود نہیں رہ گیا کہ جو بات صحیح بخاری میں نہ ہو تو خم ٹھونک کر اس کے وجود کا انکار کر دیا جائے۔ امام خطیب بغدادی رحمہ اللہ معروف امام ہیں، بیسیوں تصانیف ہیں ان کی جو اہل علم میں معروف و متداول ہیں، اگر کسی غیر معروف و مجہول عامی شخص کو اپنی جہالت کی وجہ سے ان کتب و تصانیف سے واقفیت نہیں تو اس سے وہ کتاب ''غیر معروف اور غیر

مستند“ کیسے ہوگئی؟

بات اگر رجسٹرڈ فرقہ کے اندر تک رکھنے کی ہو تو خیر ہے جو چاہے لکھ ماریں، لیکن جب ایسی کمزور باتیں منظر عام پر لانا ہو تو صرف دعویٰ سے کام نہیں چلتا مدعی پر لازم ہے کہ ثابت کرے یہ کتاب کیوں غیر مستند ہے؟ بلاوجہ و بلا ثبوت اگر کوئی بدنیت، بدنیتی کا شبہ پھیلائے تو اس میں بھلا صاحب علم و فضل کا کیا قصور؟ چاند پر تھوکتا رہے جس نے تھوکنا ہے سبھی جانتے ہیں کہ ایسے کسی بھی فرد کی کیا حالت ہونی ہے۔ تصوراتی دنیا میں تو مجھے نظر آرہی ہے ان کی حالت۔

سلیمان صاحب:

ہمارے نزدیک امام بخاری کی وہی تشریح معتبر ہے جو صحیح بخاری میں موجود ہے۔

جواب:...... آپ کو اھل حدیث سے بغض و کینہ ورثہ میں جو ملا تو ایسی بات کہاں پسند آئے گی جس میں ”اہل حدیث“ کا فضل ثابت ہو، لیکن علمی دنیا میں آپ کے نزدیک جو کچھ ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ”کیا آپ اور کیا آپ کے نزدیک“ جو بات ثابت ہے بس اسی کی حیثیت و اہمیت ہے۔

سلیمان صاحب:

علی زئی نے سیدنا امام احمد رحمہ اللہ کا بھی ایک قول نقل کیا ہے۔

”صاحب الحديث عندنا من يستعمل بالحديث“ پھر اس کا ترجمہ کیا ہے "ہمارے نزدیک صاحب الحدیث وہ شخص ہے جو حدیث پر عمل کرتا ہے۔

(اہل حدیث ایک صفاتی نام ص56، 125)

اول تو ”یستعمل“ کا ترجمہ ”عمل کرنا“ ہی محل نظر ہے۔ اگر امام احمد رحمہ اللہ کا مطلب وہ ہوتا جو علی زئی زبردستی ان کے ذمہ ڈالنا چاہتے ہیں تو امام احمد رحمہ اللہ ”يستعمل بالحديث“ کی بجائے ”يعمل بالحديث“ کے الفاظ استعمال فرماتے۔ لیکن

انہوں نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ "یستعمل بالحدیث" کے جامع الفاظ فرمائے جن الفاظ میں حدیث کو پڑھنا، پڑھانا، حدیث کو یاد کرنا، حدیث کی خدمت کرنا اور حدیث پر عمل کرنا سبھی کچھ شامل ہے۔

جواب:......ان کی عقل وفہم کا اندازہ لگائیں تہمت اتنی بڑی لگادی کہ علمی خیانت کی ہے، پھر لے کر بیٹھے دو لفظ "یستعمل بالحدیث" کہ جی اس کا ترجمہ ''عمل کرتے ہیں'' محل نظر ہے۔ پھر بزعم خود اس کا معنی ومفہوم بتاتے ہوئے جو کچھ لکھا اس کے آخر میں خود ہی لکھ ڈالا کہ ''اور حدیث پر عمل کرنا سبھی کچھ اس میں شامل ہے'' جناب جب ''عمل'' بھی اس لفظ کے معنی میں شامل ہے تو پھر اس بات کو صرف غلط نہیں، بلکہ ''خیانت'' بنا کر پیش کرنا علم وعقل وفہم سے کُھلی کُھلی دشمنی نہیں تو اور کیا ہے؟ بغض و کینہ کے سبب زبردستی خیانت کے الزام لگائے ہیں وگرنہ معنی تو بالکل صحیح ہے۔ الحمدللہ! خود مخزالف کی گواہی کے مطابق بھی یہی معنی بنتا ہے۔

سلیمان صاحب

علی زئی صاحب آگے جو کچھ لکھتے ہیں وہ تو بہت ہی مضحکہ خیز ہے وہ لکھتے ہیں:

قول مذکور میں صاحب الحدیث سے مراد اہل حدیث ہیں۔

(اہلحدیث ایک صفاتی نام ص ٦٠)

جواب:...... مضحکہ خیز تو خود سلیمان صاحب کا تبصرہ ہے، کیونکہ جب اصحاب الحدیث اور اہل الحدیث ہم معنی ہیں اور اصحاب کا واحد ''صاحب'' تو صاحب الحدیث اور اہل الحدیث میں کیا فرق ہے؟ جب فرق نہیں اور شیخ زبیر رحمہ اللہ نے بھی ہم معنی لفظ لکھا اس میں بھلا کیا مضحکہ خیزی ہے دلیل سے ثابت کیا جائے؟ وگرنہ ایسا تو کوئی بھی علم وفہم سے کورا کسی بھی صاحب علم کی بات نقل کر کے اسے مضحکہ خیز کہہ کر بے وجہ ہنستے ہنستے اپنے ہی پیٹ کو دوہرا کر کے چلتا بنے گا ...... ایسے لوگوں کے لئے کیا مشکل

ہے؟ لیکن علمی میدان میں ان کی کون سنتا ہے، سوائے ان کے ابا جان کے مقلدین جامدین کے!!!

سلیمان صاحب:

اس کے متعلق میں اور کیا کہوں بجز اس کے کہ " اسی کو کہتے ہیں خواب میں چھچھڑے نظر آنا۔

جواب:...... ایسے واہیات تبصرے پر ہم بھی یہی کہہ سکتے ہیں کہ چھچھڑے نظر تو آئے وہ بھی جاگتے میں خواب دیکھتے ہوئے نظر آئے اور وہ زبردستی کی خیانت ثابت کرنے والے چھچھڑے۔

سلیمان صاحب

علی زئی صاحب ایک جگہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

"ونحن لا نعنى باهل الحديث المقتصرين على سماعه او كتابته او روايته بل نعنى بهم كل من كان احق بحفظه ومعرفته وفهمه ظاهراً و باطناً و اتباعه ظاهراً او باطناً."

"اور ہم اہل حدیث سے مراد صرف سامعین حدیث، کاتبین حدیث یا راویان حدیث ہی نہیں لیتے بلکہ ہم ان سے ہر وہ شخص مراد لیتے ہیں جو اسے کما حقہ یاد رکھتا ہو، ظاہری و باطنی معرفت وفہم رکھتا ہے اور باطنی و ظاہری اتباع کرتا ہو۔" (اہلحدیث ایک صفاتی نام ص 126125)

یہ قول نقل کرنے کے بعد علی زئی صاحب لکھتے ہیں:

" حافظ ابن تیمیہ کے مذکورہ قول سے بھی اہل حدیث کی دو قسمیں ثابت ہیں۔

(۱) عاملین بالحدیث محدثین کرام۔ (اہل حدیث ایک صفاتی نام ص 126)

جواب:...... شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بات تو بڑی واضح ہے کہ اہل حدیث سے ہم صرف یہی مراد نہیں لیتے کہ جو حدیث کے سماع، کتابت اور روایت کی جستجو میں رہیں، بلکہ ہم مراد لیتے ہیں ہر اس فرد کو جو اس کے حفظ،معرفت اور اس کے ظاہر اور و باطن پر اس کی اتباع کرتا ہو۔

اس میں دو ہی قسم کے لوگوں کا ذکر ہے۔ایک وہ جو حدیث کے سماع حفظ روایت کرنے والے اہل حدیث، دوسرے جو اس کے یاد رکھنے سمجھنے، پھر ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے اس کی اتباع کرنے والے ہوں، اتباع کیسے ہوگی؟ عمل کر کے ہی ہوگی جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے ہیں آپ کے بیان کردہ احکام وسنن پر عمل کر کے قرآن مجید کی اتباع کرتے ہیں اس پر عمل کر کے ایسے ہی حدیث کی اتباع حدیث پر عمل کر کے ہوتی ہے۔

اتباع صرف محدثین کرام ہی تو نہیں کرتے بلکہ عوام بھی کرتی ہے۔ شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے بھی بغیر کسی تخصیص کے "کل من" کہا ...... ہر وہ جو...... لہٰذا محدثین بھی اہل حدیث اور عوام بھی عمل کی بنا پر اہل حدیث ہیں۔ یہی دو قسمیں شیخ زبیر علی زئی رحمہ اللہ نے بھی لکھیں۔
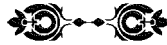
تکلف سے اجتناب

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے، ہم سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"نُهِيْنَا عَنِ التَّكَلُّفِ ."

ہمیں تکلف اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔"

(صحیح البخاری : ٧٢٩٣)

Monthly **AL-HADITH** Lahore
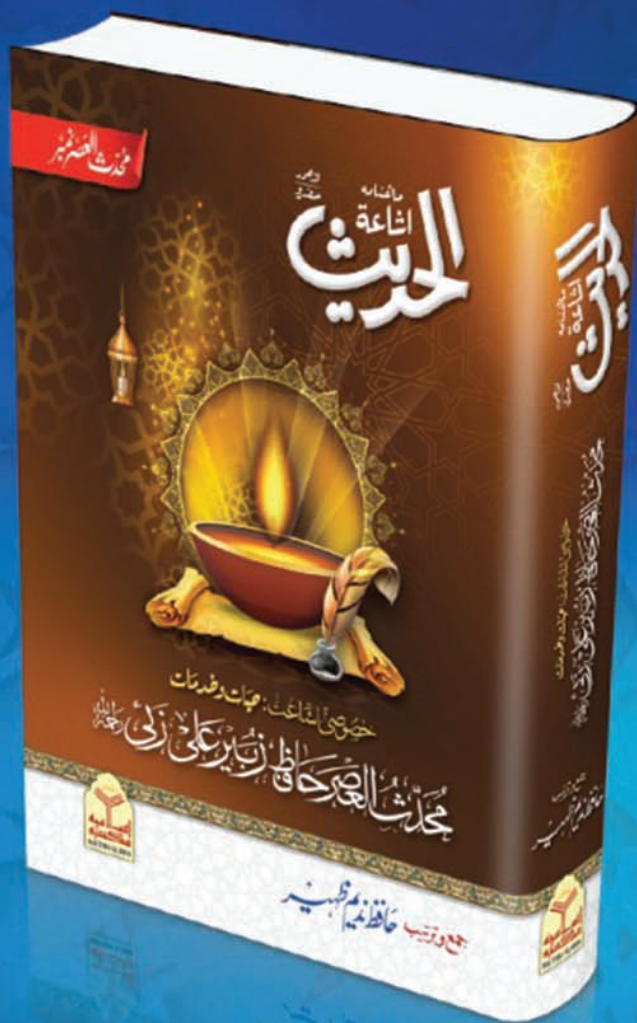
0300-8663828 ishaatulhadith@gmail.com

HafizNadeemZaheer YouTube HafizNadeemZaheer

www.ircpk.com